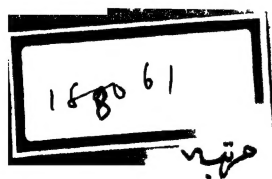




تَقْصِیْلُ فہرست

اُردو مخطوطات



عبدالقادر سروری ایم اے۔ ال ال بی

UNIVERSAL
LIBRARY

OU 188061

UNIVERSAL
LIBRARY

فہرست

اُردو مخطوطات

مترتباً

عبدالقادر سروری ایم اے۔ ایل ایل بی

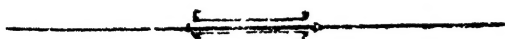
پیش نامہ

(از عابد بنجامونی عبدالحق ضابلی۔ ایڈیٹر اردو کلیہ جامعہ)

کتابوں کی فہرست، بڑی بھلی جیسی بھی ہو، ایک کام کی چیز ہے اور اس کے لکھنے کے لئے لیاقت درکار ہے۔ آج کل یہ خاص فن ہو گیا ہے اور اس کے مرتب کرنے کے لئے بڑی بصیرت اور معلومات کی ضرورت ہے۔ اس اصول پر جو فہرستیں لکھی جاتی ہیں وہ معلومات کا ذخیرہ ہوتی ہیں اور بجائے خود مطالعہ کے قابل ہوتی ہیں۔ البتہ ایک عیب ضرور ہے کہ بعض صاحب صرف فہرستیں پڑھ پڑھ کر اپنے آپ کو عالم سمجھنے لگتے ہیں اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ یہ سب کی سب کتابیں ان کی نظر سے گزر گئی ہیں۔ اس میں فہرستوں کا قصور نہیں، یہ پڑھنے والے کا ذوق اور سلیقہ ہے۔

ان فہرستوں میں کتاب اور مصنف کے متعلق وہ تمام ضروری امور

:۔ جن کو دئے جاتے ہیں جس کا علم کتاب کے مطالعے کے لئے لازم ہے۔
 بعض اوقات ان میں ایسی ایسی باتیں مل جاتی ہیں جن تک سہ عجبا ہر شخص کا
 کام نہیں۔ اس سے مرتب کی وسعت نظر اور وسعت تحقیق معلوم ہوتی
 ہے۔ ان میں سے ایک ایک بات جدا جدا ورق الٹنے پلٹنے اور شب و روز
 کی محنت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ یہ فہرستیں درحقیقت سینکڑوں اور
 ہزاروں کتابوں کا پتھر اور غریب مرتب کی محنت و تحقیق کا نتیجہ ہوتی ہیں
 خوشی کی بات ہے کہ مولوی عبدالقادر صاحب سمروری ایم، اے۔
 ایل ایل بی نے کتب خانہ کلیہ جامعہ عثمانیہ کی اردو قلمی کتابوں کی فہرست
 اسی اصول پر سلیقے سے مرتب کی ہے۔ ان کی یہ محنت اور کاوش
 قابلِ داد ہے۔ جس سے طلبہ اور اساتذہ دونوں مستفید ہوں گے۔



فہرست

اُردو مخطوطات

کتب خانہ کُلیۃ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن

حُرقبہ

عبد القادر سروری ایم اے۔ ایل ایل بی

مطبوعہ

دارالطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

حیدرآباد دکن

۱۹۶۲۹

تہدید

یہ فہرست جو مخطوطات کی تفصیلی کیفیت پر مشتمل ہے۔ علمی دنیا کے لئے کوئی نئی چیز نہیں۔ خود اردو یا ہندوستانی مخطوطات کی تفصیلی فہرستیں یورپ کے اکثر مستشرقین مثلاً پروفیسر بلوم ہارٹ، میرن ایٹھے ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ نے یورپی زبانوں میں لکھی ہیں مولوی سیّد شمس الدین قادری نے بھی بلوم ہارٹ کی فہرست اردو مخطوطات (انڈیا آفس لائبریری) کو ملخص ترجمے کی صورت میں پیش کیا تھا۔ لیکن اردو زبان میں اردو مخطوطات کی فہرست لکھنے کی کوشش شاید کسی نے اب تک نہیں کی۔ اس لئے یہ فہرست گویا اس قسم کی کوششوں کا آغاز ہے۔

اس فہرست کی ترتیب کی تحریک اس طرح ہوئی کہ ایک دفعہ صدر کلیہ جناب مولوی محمد عبد الرحمن خاں صاحب سسے، فارسی اور اردو کے چند مخطوطات کے متعلق گفتگو ہوئی اور کتب خانہ کلیہ کے مخطوطات کا بھی ذکر آیا۔ اس ضمن میں صفا موصوف نے، جن کو کلیہ سے متعلق ہر چیز کی تنظیم کی ہمیشہ فکر رہتی ہے، کتب خانہ کے فارسی اور اردو مخطوطات کی فہرست بنانے کا مشورہ دیا تا کہ متعلم ادب کو اس سے ریسرچ میں کچھ مدد

فراہم کرنے کی جس قدر زیادہ کوشش کی گئی اسی قدر کم کامیابی ہو سکی۔
 مخطوطات کے اقتباسات میں اصل سے مطابقت قائم رکھنے
 کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض مخصوص اصطلاحوں کے اردو ترجمے بھی کئے گئے
 ہیں جن میں سے (Colophon) کے لئے مولانا مناظر احسن گیلانی کی
 موضوعہ اصطلاح ”ترقیمہ“ ہر جگہ استعمال کی گئی ہے۔

اس فہرست کی ترتیب کے دوران میں مرتب کو اپنے قدیم استاد
 ڈاکٹر محمد نظام الدین بی۔ ایچ۔ ڈی (کیمبرج) یرد فیسر فارسی کلیہ ہذا کے
 مشوروں اور وقت نظری سے اور مخطوطات کے مطالعے دوران میں
 مولوی یوسف الدین احمد صاحب مہتمم کتب خانہ کلیہ کے سہولتیں پیدا
 کرنے سے بڑی مدد ملی۔ جس کا مشکور ہوں۔

کلیہ جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد دکن) { عبد القادر سروری
 ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۹ء

مشمولات

علوم اسلامی

۱ - علوم قرآن

(۱) فرائد در فوائد

نمبختخانه (۱۹۱)
صفحه ۱۶

ب - حدیث

(۲) انوار محمدی

(۱۹۲)
۲۱

ج - فقه

(۳) احکام الصلوات

(۱۹۴)
۲۲

(۴) رساله فقه

(۲۹۴)
۲۵

۲۶	(۳ ل ۳)	(۵) رسائل شاد امین الدین علی
۳۸	(۴ ل ۴)	(۶) رسالہ نذیریہ -
	(۵ ل ۴)	(۷) سراج الایمان -
۴۹	(۶ ل ۴)	(۸) نقت البین -
۴۳	(۷ ل ۴)	(۹) نقت خفیہ خانی -
۴۵		خلاصۃ الکیلائی
۴۶		احکام الصلوٰۃ
۴۸	(۸ ل ۴)	(۱۰) نقت بن روی
۵۱	(۹ ل ۴)	(۱۱) کنز المؤمنین
۵۳	(۱۰ ل ۴)	(۱۲) مجموعہ رسائل نقت
۵۴		(۱) ہزار مسئلہ -
۵۵		(۲) حجت الاسلام
۵۷		(۳) کشف الخلاصہ
۵۸		(۴) وفات نامہ حضرت رسالتینا
۵۹		(۵) کنز المسائل -
۶۰		(۶) احکام الصلوٰۃ
۶۱		(۷) معراج نامہ
۶۲		(۸) نورنامہ
۶۴	(۱۱ ل ۴)	(۱۳) ہدایت الہندی -

(۲) تصوف

صفحہ		
۶۶	(۱ ب ۶)	(۱۴) بلغ ارم
۶۸	(۲ ب ۶)	(۱۵) پنج گنج در سالہ ذکر جلی
۷۰	(۳ ب ۶)	(۱۶) پنجی باچھا
۷۴	(۴ ب ۶)	(۱۷) جذبات محمدی
۷۵	(۵ ب ۶)	(۱۸) حل الوریہ
۷۶	(۶ ب ۶)	(۱۹) خیالات وصال
۷۸	(۷ ب ۶)	(۲۰) رسالہ قادریہ اور دیگر رسائل (۱۲)
۸۴	(۸ ب ۶)	(۲۱) من لکن اور دیگر تحریرات بحری
۹	(۹ ب ۶)	(۲۲) من لکن

تاریخ

ا - تاریخ اسلام

صفحہ

۹۱ (۱۷۲)

(۲۳) روضۃ الابرار

۹۶ (۲۷۲)

(۲۴) ملففہ نامہ محمد حنیف

۹۷ (۳۷۲)

(۲۵) نفحات الشہدا

ب - تاریخ مقامی

۹۹ (۵۷۲)

(۲۶) تاریخ سلاطین بہمنیہ

سیرت اور رسولِ نوح

۱۔ انفرادی

صفحہ

۱۰۲ (۱۵۲)

(۲۷) اسرار احمدی

۱۰۲ (۲۵۲)

(۲۸) اعجازِ احمدی

۱۰۵ (۳۵۲)

(۲۹) ریاض الجنان

۱۰۸ (۴۵۲)

(۳۰) قتالِ محمدی

۱۰۹ (۵۵۲)

(۳۱) غوثِ نامہ

۱۱۰ (۶۵۲)

(۳۲) محبوبِ القلوب

۱۱۲ (۷۵۲)

(۳۳) مہشتِ بہشت

ب۔ تذکرے

۱۱۷ (۱۵۱)

(۳۴) اولیاءِ ریاضِ العارفین

۱۲۱ (۲۵۱)

(۳۵) اشعرا تذکرہ جوہر فرد

لسانیات

۱۔ قواعد

صفحہ
۱۲۳ (۱۳۱) ۳۶ زبان ریختہ ہندی کی صرف و نحو

ب۔ لغات

۱۲۴ (۱۳۲) ۳۷ اردو لغت۔

ج۔ عروض و بلاغت

۱۲۵ (۱۳۴) ۳۸ گلدستہ گفتار

ادبیات

نظم

صفحہ		
۱۲۷	۱-۲	(۳۹) دیوان آگاہ
۱۲۹	(۲) ۴	(۴۰) دیوان ایمان
۱۳۳	(۳) ۴	(۴۱) دیوان بیدار اور دیوان یقین
۱۳۵	(۴) ۴	(۴۲) دیوان جرات
۱۳۷	(۵) ۴	(۴۳) دیوان سراج
۱۳۸	(۶) ۴	(۴۴) دیوان عاشق

۱۲		
صفحہ		
۱۳۹	(۷۷)	(۴۵) دیوان ولی
۱۴۳	(۸۷)	(۴۶) دیوان ہریر
۱۴۴	(۹۷)	(۴۷) کلیات انشاء
۱۴۸	(۱۰۷)	(۴۸) دیوان انشاء
۱۴۹	(۱۱۷)	(۵۹) کلیات سودا

مجموعہ نظم

صفحہ		
۱۵۳	(۱۲۷)	(۵۰) بیاض
۱۵۴	(۱۳۷)	(۵۱) کلام ہندی ملک محمد جاسی
۱۵۶	(۱۴۷)	(۵۲) گلدستہ گلشن معانی (بیاض)
۱۵۳	(۱۵۷)	(۵۳) ہندی کلام کا مجموعہ معید سالہ راگ مبین

قصص

۱۔ منظوم قصے

صفحہ

۱۶۵ (۱۷۱۳)

۱۶۷ (۱۷۱۳)

۱۷۰ (۱۷۱۳)

۱۷۴ (۱۷۱۳)

(۵۴) بوستان خیال

(۵۵) قصہ حضرت قیوم انصاری

(۵۶) قصہ ملکہ مصر

(۵۷) قصہ ملکہ مصر

اور

قصہ زلیخائے ثانی

۱۷۷ (۵۷۱۳)

(۵۸) ہفت سیر حاتم

ب۔ نثری قصے

۱۸۱ (۶۷۱۳)

(۵۹) طوطی نامہ

مکتوبات

صفحه
۱۸۴

(۶۰) دستورالشر (۱۳۱)

علمی فنون

ل. طب بیطاری

۱۸۷

(۶۶) خنک نوازنامه (۱ هـ)

۱۹۰

(۶۴) فسررنامه (۲ هـ)

ب- ورزش

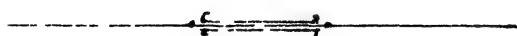
صفحه
۱۹۱

(۶) آئینه محاربت (۳۵)

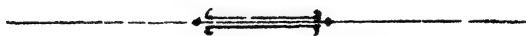
ج- ریاضیات

۱۹۲

(۶۲) مقولات عهدیه (۱۶۱)



قانون

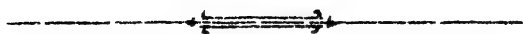


۱۹۶

(۶۵) قانون مالگزاری (۳ ج ۱)

۱۹۸

(۶۶) هرايت نامه (۳ ج ۱)



اخلاقیات

۲۰۱ (۱ ج) (۶۶) ملک الجواهر

۲۰۲ صفحہ ۲۰۳ اشاریہ

فہرست

اردو مخطوطات

(۱)

علوم اسلامی

(۱) علوم القرآن

(۱) فرائد و فوائد (۱)

اوراق ۵۶ سطورہ، تقطیع $\frac{1}{4} \times 8 \frac{1}{4}$ ۶ ۱/۲ سنج، نستعلیق شکستہ

آمین خط سنہ تحریر ۱۲۷۷ سنہ نسخ محمد یوسف حسین مقام

کتابت مدراس سنہ تصنیف ۱۲۱۰ھ

یہ منظوم رسالہ قرآن مجید پر مبنی ہے۔ اس کے مصنف دکن کے کثیر التصفیات

اور مشہور مولانا محمد باقر آگاہ شافعی قادری الہیوری (دناٹلی) ہیں جو تیسرا اور سودا کے

معاصر تھے آپ کے اجداد بیجا پور کے رہنے والے تھے لیکن خود ۱۱۸۵ھ ہجری میں

ایور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے چچا اور حضرت سید ابوالحسن قزوینی سے حاصل کی پھر ٹیٹل کے لئے مولوی ولی اللہ سے پاس چلے گئے جو اس زمانہ میں مدراس کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے۔

یہ ۲۰ سال کی عمر سے نظم و نثر میں فکر سخن کرنا شروع کیا۔ سترہ سال کی عمر میں حضرت قزوینی کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا تو استاد نے شاگرد کے بیٹے دعا کی چند ہی روز میں ان کے علم و فضل کا شہرہ تمام اطراف میں پھیل گیا تو دردان علماء و نواب و الا جاہ والی کرناٹک نے ان کو طلب کر کے نواب میر الامین آبادی کی اتالیقی سیر کی۔ تنخواہ دو سو روپیہ مقرر تھی۔ چند روز بعد التور کی جاگیر بھی عطا ہوئی۔ اس کے بعد آگاد امیر نصوص کے ہمراہ مدراس گئے اور یہیں رہے۔

نواب وانا جاہ ان کی بڑی عزت و رودقت کرتے تھے۔ ۱۲۰۴ھ فریجی سال کے شبِ محشر کو انتقال ہوا۔ میلاد پر کے ۲۰ سے ۳۰ سالہ روضہ اراضی میں دفن ہو گئے مولوی مدعو شرف المصنف جو بڑے فقیہ اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ کرناٹک کے مدارالہام بھی تھے ”قدمات فرد العصر“ سے تاریخ نکالی ہے۔

آب کی تصانیف عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں مشتمل ہیں جنکی تعداد تین سو تین بتلائی جاتی ہے حصہ نظم میں ایسا ہے کہ مجموعی تعداد چار سو ہزار سے زیادہ بتلائی جاتی ہے۔ یہ سب کتبیں آب کی رو میں ہیں۔

۱۱۔ ہشت بہشت (۲۱) تحفۃ الاحباب (۳۱) تحفۃ الفلاس (۶۴) اردو دروازہ

ذریعہ نظر (۱۹) ریاض الجنان (۶۲) یوب القلوب (۱۷) روضۃ الاسلام (۶۱) کھارستق

(۹) قصہ زندہ (۱۰) ستارہ (۱۰) ریح انوار (۱۱) خمبہ ستارہ (۱۲) تنویر رویہ نگار (۱۳)

۱۴۔ ان کے کلمات کے لیے مولانا جو صمد خان ”آکا“ کے دربار واداروں کے نام سے اپنی شہرت لے کر دیہات میں آئے تھے۔ مولانا جو صمد خان کے نام سے مشہور تھے۔ مولانا جو صمد خان کے نام سے مشہور تھے۔ مولانا جو صمد خان کے نام سے مشہور تھے۔

دیوان اردو (۱۴) عقائد باقر آکاؒ

”فرائد و فوائد“ میں قرآن مجید کے شان نزول اس کے فضائل و سورتوں کی تعداد ان کے خصائص ان کا جمع ہونا ان کے معنوں کی وسعت وغیرہ پر بحث کی گئی ہے شروع میں ایک دیباچہ نشر میں ہے جس میں کتاب کا نام سبب تالیف موضوع کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کتاب کے مآخذ اور شمولیات کی فہرست بھی لکھی ہے۔

اس کے مآخذ حسب ذیل ہیں:-

(۱) اتفاق (الاتقان ۹) فی علم القرآن (۲) مطلع الہدیین فیمن بوتے اجرہ مرتبین (۳) نزوع الہلال فی انحصال الموجبۃ للضلال (۴) الاخبار الماثورہ فی الاطلا بالنورہ (۵) مسامۃ المسموع فی صنو المسموع (۶) متفظ الدرر فی القوائم الغر (۷) العجاۃ الزرنیہ فی السلالتہ الزینیہ جو سب کی سب شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف سے ہیں۔

”فرائد و فوائد“ ایک دیباچہ کے علاوہ ستائیس فائدوں (فصلوں) اور ایک حاتمہ پر مشتمل ہے۔

آغاز

پس از حمد خدا و نعت مختار
میں لکھتا ہوں فوائد کئے سن لے یار
نہیں ہر فائدے کو اس کے جوڑا
کردل جو وصف میں اس کا ہے تھوڑا

یہ نسخہ گرجہست ہندوئی میں منقولہ
 جی ہے اجمال سے ذکر اس کا مرقوم
 دلے بحر ہدایت کا کھر ہے
 طلسم کنج قرآن و خبر ہے
 فرائد در فوائد اس کا ہے نام
 خدا اس کو کرے خوبی سے انجام
 خاتمہ کے اشعار میں مصنف نے اس کی تصنیف کے سن مقام تصنیف
 اور تعداد ابیات کا بھی ذکر کیا ہے۔

بحمد اللہ یہ دل کش رسالہ
 کہ قرآن و خبر کا ہے رسالہ
 بہت جلدی ستے اتمام پایا
 چھپے اسرار کو جلوے میں لایا
 تھے بارہ سو یہ دس جب لے گرامی
 بشہر صوم پایا ہے تسمی
 تمام ابیات اس کے جو ہیں سب سے
 ہوئے ہیں ایک ہزار و پانچ سو دس
 تصدق سے محمد کے الہا
 کہ اس نسخہ کے تین مقبول دلہا
 حیات و موت کر لیت میں اس کی
 تو میرا حشر کر امت میں اس کی
 ترقیہ کی تحریر حسب ذیل ہے۔

دو بدست محمد یوسف حسین بیختم ماہ رمضان روز دوشنبہ وقت
دو ساعت روز درہلہ مدراس فرخندہ اس سلسلہ جلوہ انصرام یافت

(ب) حدیث

(۲) انوار محمدی ۱۲

اوراق ۱۴۶ - سطور ۱۶ - تقطیع ۴ × ۶ - نستعلیق
شکستہ آئینہ خط تحریر مصنف ہی کی معلوم ہوتی ہے سن تحریر
اور سن تالیف ۱۲۱۲ء ہے۔

اس حدیث کی مستدرعی کتاب شمائل ترمذی کا یہ اردو نشر میں ترجمہ
ہے جو علی جوئیوری المشہور بہ کرامت علی نے سلسلہ میں کیا۔ شکل مقامات کی
جا بجا تشریح بھی کی گئی ہے۔

اصل ترجمہ سے پہلے ایک مختصر سادہ بیانیہ ہے جس میں مصنف نے
اپنا نام اور کتاب کی تالیف کا سبب بھی بتلایا ہے کہ ہندی میں اس قسم کی
کتابیں کم ہیں اور یہی چیز اس کے لکھنے کا سبب ہوئی۔ یہ کتاب بعض الفاظ
کے املا کے لحاظ سے قابل توجہ ہے۔ مثلاً ایک جگہ ”سمجھنا“ کو صاد سے بچھ
ہائے ہوز ”صمجننا“ لکھا ہے (درق ۱۳ سطر ۵) درق کے تین چوتھائی حصے
پر عربی کی عبارت ہے جس کے نیچے سطر بہ سطر اردو ترجمہ لکھا گیا ہے۔ باقی پچھ
تشریحات کے کام میں لایا گیا ہے۔

اعزاز

”سب تعریف اللہ ہی کو واسطے لایق ہے جس نے ہم سب کو
اپنے تمام مخلوقات سے افضل کرنے کے لئے آدمی بنایا اور
سب امتوں سے عزت دینے کے لئے امت محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم میں پیدا کیا۔ اور اس مذہب میں نجات دینے
کے لئے مذہب سنت و جماعت کا عطا کیا“.....

جیسے اوپر بیان کیا گیا ہے اصل عربی متن اردو ترجمہ کے ساتھ ہی ساتھ
موجود ہے جس سے ترجمہ کی خوبیوں اور خامیوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔
حتی الامکان تحت اللفظ ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

مکاتیب کا نام نہیں ملتا۔ بظاہر خیرہ صنف ہی کی تحریر معلوم ہوتی ہے
۱۲۹۹ھ میں: ایوان میں طبع بھی ہو چکی ہے۔ حاتمہ اور ترقیمہ ایک ہی ہے۔
”الحمد لله انہ من بارہ مبارکون بحری نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ
والسلام۔“ بیٹے سوال تاریخ سولہویں میں اس کتاب کے
ترجمہ سے فرعت ہوئی۔“

(ح) ففت

(۳) احکام الصلوٰۃ ۱۱۲

اوراق ۳۲ سطور، تاہ قطع، ۴ × ۱/۲ م، انچ خط نسخ

مصنف شاہ ملک بن نعیم، ۱۱۲

دکھنی زبان کی ثنوی ہے۔ اس میں ارکان ایمان نماز روزہ وغیرہ کے

فرائض بیان کئے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ کسی فائزی قنوی کا ترجمہ ہے جو ۱۰۶۱ھ میں تہذیب جوایا نچہ رسالہ کے آخر میں مصنف اپنا نام سن اختتام اور قعدہ و ایات بتلاتے ہیں۔

یون سلیاں کون دکھنی کیا اس سبب
فہم کر کے دل میں کرے یا د سب

سو پوئیں الف ہے دیم لام کان
وس کو سو دکھنی میں بولیا ص صان
سند یک ہزار اور ستر سات
کہا تھا اسی سال میں یونیکات
اڑی سو بیان سے ربا دیں چار
تو کو ستس تے دل بھاگی کر یاد یار
تمت و المینہ عیست ہ

بہتر ہے۔

ابھی دے توفیق انسان کوں
بندگی کرے تیری دل جان سوں

پروفیسر بلوم ہارٹ نے اس کا ذکر ”شریعت نامہ“ کے عنوان سے کیا ہے (لاحظہ ہو فہرست ہندوستانی مخطوطات کتب خانہ انڈیا آفس علیہ) معلوم نہیں کہ اس کی بنا کیا ہے۔ شاہ ملک بیجا پور کے رہنے والے تھے۔ ان کا زمانہ مسیحی عادل شاہ (۱۰۶۱ھ - ۱۰۶۷ھ) کا دور حکومت ہے۔
دکھنی اردو کی خصوصیت کے متعلق پروفیسر بلوم ہارٹ نے اپنی مرتبہ

فہرست ہندوستانی خطوط انڈیا آفس لائبریری کے صفحہ ۳۸ و ۳۹ پر چننا اور بیان کئے ہیں۔ جو خاص طور سے قابل توجہ ہیں۔

”لفظوں اور جملوں کی غیر قواعدی ترکیب سے قطع نظر بعض دیگر خصوصیات ایسی ہیں جو قائم دکنی اردو اور موجودہ اردو میں فرق پیدا کر دیتی ہیں۔ قواعد زمانہ اور دوسرے لحاظات سے دہلی کے امتیازات خاص طور سے نمایاں ہیں“

(۱) علامت فاعلی کے ”نے“ کا استعمال زمانہ ماضی فعل متعدی میں بھی بہت کم ہوتا ہے لیکن دونو حالتوں میں خواہ علامت فاعل ہو یا نہ ہو فعل حالت فاعلی میں تصور ہوتا ہے۔ اور فعل فاعل ہی سے مطابقت کرتا ہے۔ جیسے برہمنی نے کبھی اور برہمن نے کہا ”نے“ کا استعمال ”بولنا“ کے ساتھ عموماً دیکھا گیا ہے۔

(۲) ”کرنا“ کا ماضی میشتہ ”کرا“ اور مونث ”کری“ مستعمل ہے جیسے ”وہ عورت بیان کری“ دوسرے افعال میں آخری حرف بجائے ”ا“ کے ”یا“ ہوتا ہے جیسے ”جلیا“ ”اونے بولیا“

(۳) ”ان“ فارسی کی علامت جمع جاندار اور بے جان دونوں طرح کے اسموں کے علاوہ ہندی اسم کے آخر میں بھی لگائی جاتی ہے جیسے عورتاں بھائیوں باتاں سراں آنکھیاں ہاتھیاں لوگاں اونٹاں۔

(۴) شخصی ضمیر میں جو متکلم یا مخاطب کے لئے استعمال ہوتی ہیں ان کے آخر میں حالت مفعولی کی علامت ”کو“ کے بجائے ”تیں“ جیسے تم کو کے لئے ”تمارے تیں“ میرے کو کے بجائے ”میرے تیں“ وغیرہ

(۵) عموماً اکثر الفاظ ہندی استعمال ہوتے ہیں مثلاً ”سوں“ بجائے ”سے“ کے اور تیں اور ”کوں“ کو کے بجائے۔ اس کے علاوہ او یا دو بجائے ”وہ“ ”اے“ ”اسنے“ کی جگہ ”اتنے“ کے بجائے ”اتے“ اور کی جگہ ”ہور“ وغیرہ

(۶) ہندی کے الفاظ میں جمع تہہ، ک کر لیا مائتہ ہے کبھی نمبر، المائتہ بھی ایک ہی آواز والے حروف (مثلاً حروف سیدہ، غنوی حروف) میں کوئی امتیاز قائم نہیں رکھا جاتا جیسے دیکھ کے بجائے دیکھ کر اٹھکے نے بجائے آخر ساتھ لے بجائے "سات" کچھ کے بجائے "کچ" "بجائی" کے بجائے "ناہی" "چڑھنا" کے لئے "پسٹرا" بہت کی جگہ بھوت "لگے کے مقام پر لاگے" کا استعمال ہوتا ہے۔ ذیل کی چیزیں بھی دیکھنے کے قابل ہیں مذہبوت، عقربا، طرکیب، واسطے، موہات (برائے منہات) بیان کیا جاتا ہے کہ "احکام الصلوٰۃ" کا ایک اور قلمی نسخہ سالہ ۱۱۰۰ کا لکھا ہوا مدیر تلج کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

(۳) [رسالہ مفت] ۲/۴

(ایک رسالہ کا دربیانی حصہ ہے)

اوراق ۴۴، مطو ۱۲، تقطیع ۸ x ۸ ۱/۲، دست خط قوی۔

موجودہ حصہ تیسری حصہ، سولہ آخر سے شروع ہوتا ہے۔ اگلا حصہ اور آخری

حصہ غائب ہے۔ ورق ۱۱ سے یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔

"اور زوال نہیں ہے، ایک صفت خدا تعالیٰ کی علم ہے

یعنے جاننا وہ خدائے تعالیٰ بیا سنا ہے اور آگاہ ہے۔ سب چیزوں کے

خود، نری ہوں یا معہ ان، ہر ہوں یا بویہ، ملک و پچہ ظالمین

کے دل میں ہے۔ اور ظاہر میں ہمیں آئے وہ چیزیں بھی اس کے

علم سے غایب نہیں ہیں۔“

جس عبارت پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے یہ ہے۔

”اور جب ارادہ کرے اپنے تہر کو جائے کا و راع کرے مسجد بنی

کو دور کھٹ نماز پڑھکر اور دعا مانگے جو چاہے سوا اور آئے

قبر مبارک کے یاس۔ جس طرح پہلی زیارت کیا ہے۔ سو

اسی طرح زیارت کرے۔ اور سلام اور وہاں سے نکلے۔

اللہم ارزقنا حبیبک نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ زیارت

قبر شریف والموت علی الایمان۔ فی مدینۃ المبارک

وصلی اللہ علی حیر مقلد محمد والہ واصحابہ وسلم۔“

اسی صفحہ کے داہنے گوشہ میں لفظ ”محمد“ لکھا ہوا ہے۔ جو آئندہ

صفحہ کے خسرزع کا لفظ تھا رسالہ کی زبان دشمنی ہے۔ اور خصوصیات تحریر کے اعتباراً

سے یہ رسالہ اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر کی تفسیف معلوم ہوتا ہے۔

(۵) [رسالہ شاہ امین الدین علی] ۲۱۴

اوراق ۴۵۔ بطور ۱۵ تا ۱۹۔ تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ ۸۔ ۵ نسخ اور

نستعلیق خط (دسویں صدی ہجری)۔

اس مجموعہ میں بارہ رسالے ہیں۔ جن میں سے بعض نو نسخی اور بعض نستعلیق

رسم لکھا میں لکھے ہوئے ہیں۔ سوائے ایک رسالے کے تمام خط ایک دوسرے

سے ملتے جلتے ہیں۔ عموماً جہاں ایک رسالہ ختم ہوتا ہے اس کے اسکل بعد ہی سے

دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ اکثر رسالے نظم میں ہیں لیکن ایک روزنٹر میں بھی لکھے گئے ہیں کسی بھی رسالے سے سال تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔

یہ رسالے بیجا پور کے ایک مشہور عابدان دلیا، ہمارے چشمہ حیرت^{۱۰} حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ امین کے بیانات سے ہیں۔ آپ کے دادا حضرت شاہ میراجی شمس العاسق علی مادل شاہ ثانی کے معاصر تھے۔ آپ کے والد کا نام شاہ برہان الدین جاغرم ہے جو ٹہڑے زرگ تھے۔

شاہ امین الدین اعلیٰ کے متعلق کچھ مانتا ہے کہ آپ ٹہڑ دلی کمال اور بلند یا یہ صوفی تھے۔ آپ کی وفات سنہ ۱۰۳۲ھ بمطابق ۱۶۲۹ء کے عہد میں ہوئی۔

عرفان تہذیب اور اسرار برآپ کی تصانیف و کتب درمیان ہند و بتائی جاتی ہیں۔ اسٹیمپ اور مجسمیت سے عالم میں آپ کے کتب و کتب فرمایا کرتے۔ جس کہ آپ کے فریادوں سے ایک مجموعہ کی شکل میں جمع کیا اور اس مجموعہ کا نام ”جوہر الاسرار“ بتلایا جاتا ہے۔ اس میں بیرونی جمہور و تنویر کثرت سے ہیں۔ اور راقی متفرق کلام ہے دو رسالوں وجود و اقرب پناہ پر مدیر رسالہ تلج“ کے تحت نام سے چلا ہے۔ جن کی آیات کی مجموعی تعداد تین سو بیاسی ہے۔

ان رسالوں کے متعلق بھی غائب قیاس یہ ہے کہ یہ شاہ صاحب ہی کی تصنیف ہیں کیونکہ ان میں اکثر مقامات پر اپنے بزرگ شاہ میراجی شمس العاسق یا شاہ برہان الدین کی صحت موجود ہے۔ اور جب تک کوئی تحریری شہادت اس کے

۱۰۔ مجموعہ بی بی شمس تکریم اولیائے دکن حصہ اول ص ۱۱ تا ص ۱۲ (صفحہ ۱۲)
۱۱۔ رسالہ ”آندو“ ۱۱۔ سوری ص ۲۸۰ تا ص ۲۸۱۔ ”دور و قدیم“ ص ۷۸ و ۷۹

خلاف دستیاب نہ ہو یہ شاہ صاحب ہی سے منسوب کئے جانے چاہئیں یہ اسلئے بھی کہ یہ رسالے ایک دوسرے کے سلسلہ میں درج ہیں کہیں کہیں ”اسین“ نام بھی آیا ہے۔ (۱) ان میں سے پہلا رسالہ نظم و نثر دونوں پر مشتمل ہے۔ نثر سے شروع ہوتا ہے۔

آغاز

”ہو ر صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح بھی اور تمام پیغمبروں کی رُوح بھی ہر یک ایک احوال ان کی رُوح بھی گزرنے کی اب آکے ہونے والے کاماں ہو ر اب گزرتے سو کاماں اس اس طالبوں کو“

نظم کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

الہی کلیاں کھول عاجات کیاں
بر آوے امید اس مناجات کیاں
تیرا ناؤں کیلی ہر یک کبھی کا
ترا رسم مرہم ہر ایک رخ کا
کیا کر چہ سرمست اس ٹہاروں
کہ جس نے محمد کے کلزار سوں

آگے معرفت کے نکات بیان ہوئے ہیں ایک جگہ لکھا ہے۔

”آوردہ اند کہ حضرت شاہ برہان الدین اولیا قطب الاقاق
قدس سرہ الغرہ نزدیک ایک طالب آمد کر سوال کرو۔“

ساخا حضرت شاہ برہان
سیرت ہو کر کیتی جہان

یہ سالہ ورق ۔۔۔ بجا پر تم ہوتا ہے۔

خاتمہ

کہہ مل سوئے تہ ہوسے۔

کہہ مل واصل کہہ دیدار۔

اس کا بھاتا اس کا ہوئے

اس کا بھاتا اس کا ہوئے

(۲) رسالہ مظلوم اور سچی تحریر میں ہے۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

اقوال حمد کہوں اشد کیہ تمام

کروں خدمت تیری سونہر نام

گنت کنز معنی کر معنی ابر ہار

پر کٹ توجہ لو ادیتار

منی دن ۹، کاتانی ہذہ عامسا

فہوا فی الآخرت اعسا

خاتمہ

اسا قدرت کا ہے میل

قدر سوں ہے ماڈایا کھیل

نہیں شوق اس دوجا کوئی

قدرت کا چہ صاحب ہوئی

نور محمد امین سال

ہر دم پیوسوں مانگی وصال

تو قوت صاحب مثال

مملکتہ امین از بر حال
(۳) رسالہ موسومہ ”کشف الانوار“ ۱۵۱۳ء تک آغاز

منزل نور

انجیر نور اور کل کا ظہور
احد نور اور واحد نور
ان بیچ وحدت وہ ہے نور
ذات صفت اور اسماء نور
افعل را حکام آثار نور
یہ سب جملہ نور قدیم
وہ حق ایسے آپ مقیم

خاتمہ

وہ سکہ جس کوں آب سیات
اس کو نامیں کہ مہات
جہ نہ چاکھیا مار یا جائے
دائم کیوں نا وہ پہچنائے
د اول جس کے اونچے بھاگ
اس کے سر پر یریم سہاگہ
تمت تمام تذکرہ کتاب و کشف الانوار

(۳) رسالہ اب سے تنہا ہو کر اب یہ ختم ہوتا ہے موضوع تصوف ہے۔ یہ رسالہ حضرت
خواجہ بندہ نواز کی ”معراج العاشقین“ سے ملتا جلتا ہے بعض ابتدائے اور درمیانی حصے بالکل مختلف
ہیں۔ اکثر مقامات مختلف بھی ہیں بہت ممکن ہے کہ اس رسالہ معراج العاشقین کا ایک سری ناریسی ختم
لے رہے ہو۔

آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے تن واجب الوجود اس کا مقامِ شیطانی باتِ شریعت
ذکرِ قلبی نفس امارہ عقل قیاس فرشتہ موکل میکانل نہدیت
مبدا منزل ناسوت و سرائق ممکن الوجود اس کا باتِ طریقت
ذکرِ قلبی نفس لوازم عقل و ہم فرشتہ

رسالہ دس باب پر ختم ہوتا ہے جن کی تفصیل مصنف کے الفاظ میں یہ
ہے ”پہلا باب توبہ کے بیان میں دوسرا باب کچھیا نت کرنا نفسِ دلِ روم
سرفروزا ت شریعت طریقت حقیقت پر تیسرا باب وضو کا (۴) دنیا کو ترک
دینا پانچواں باب تجرید و تفرید - چھٹا باب اپنی بچیا نت ساتواں باب
عشق کا - اٹھواں باب عشق کا - نواں باب فسادِ بقا ہونے کا - دسواں
باب صفت کا اسی پر سالہ ختم ہوتا ہے۔ معراجِ عاشقین میں یہ تقسیم نہیں ہے۔
خاتمہ رسالہ

’قولہ تسمائی - دنی انفسکم: فلا تبصرون‘
خدا دکھیا میں تمہارے تنہا میں کہوں دے تمیں
دیکھتے نہیں بننے مقصود اس میں مرید منتہی خدا کا وصل
ہو و قرب ہو و یکانکے تمام ہے ہو و یک کوئی مبتلائے
در دمنہ ہے اسے سب صحت ہے اگر کوئی عارف
اچھے تو اس میں مستران کے تیس سپارے ہو و یکو
جو داصورتاں ان میں تمام ہیں“
تمت شد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۵) ”کرسی نامہ“ کے نام سے ایک تجرہ جیتنیہ درج ہے۔ اس کا اگلا حصہ معقودہ ہے شروع اس مقام سے ہوتا ہے ”الہی بحر مت راز و نیاز حلقہ ضمانت خواجہ نقیر الدین ابو یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ خاتمہ

”الہی بحر مت راز و نیاز حلقہ خواجہ مخدوم سید محمد حسینی کیسود راز و عاشق شہباز بلند پرواز قدس اللہ سرہ العزیز الہی بحر مت راز و نیاز حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ قطب الاولیاء الدین جتیتی قدس اللہ سرہ العزیز الہی بحر مت راز و نیاز حضرت بابا شاہ صاحب حسینی عاشق ربانی چشتی قدس اللہ سرہ العزیز این کرسی نامہ درخانوادہ چشتی قدس اللہ سرہ العزیز بعین عنایت محمد خاں عرب الملک بن شیخ اطا اللہ اس کے بعد سے ایک دوسرا رسالہ شروع ہوتا ہے جس کا آغاز ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - پیر کون ہو
پیغمبر کون ہو ر خدا کون کچھ کر دیکھے
ہو ر یکچھ کر جانے حضرت علی قول کہئے
”عرف ربی ربی رانت ربی ربی“
اسکا معنا حضرت کچھ میں بچھا نا خدا کو
خدا میں دیکھا خدا کوں خدا میں۔

اسی رسالہ میں آگے چلکر لکھتے ہیں۔

حضرت سید محمد کیسودراز قدس الشہداء الغیثیوں فرماتے ہیں
و نفس کوں پاک کر چکا تو دلگوں صاف ہو چکا۔

اس کا خاتمہ یہ ہے۔

مور نفس دل رُوح شرر نور

ذات ای یک ہیں دے ہر یک صفت پر

یونوں جُدا جُدا ہوتا ہے ای سب پوں

بوجھیا سونیک بخت ہے۔ اور موصد بیکانہ ہے

اے بوجھے نہیں تو وہ بد بخت ہے۔ اولمہ ہے۔

اے سب سیر کی مدت سوں باتاں ہے۔

تمت تمام شد

(۶) رسالہ ارشادات اور نکات تصوف پر ہے۔ اس کے نو تماشے (فصول)

ہیں اور ہر ایک میں ایک ایک بحثہ بیان کیا گیا ہے۔ رسالہ کا آغاز ہے۔

”سفر تماشہ ظاہر و باطن دیکھنا لازم تجھ امر السُت برہم

مختار میثاق تھے۔ بوجہ پہلا تماشہ دیکھنا واجب پہلے تن کا

بھوکہ ہوا خمس یو کیوں مل برتین کتیا کتے سنجو کہ پانچ اناسر“

خاتمہ

نواں تماشہ دھرا روس دیکھ سکے نا لاجہ دو مل

جلو ایک تخت پر لذتوں کرتے رازید علی مل

یکہ تماشہ شاہ برہان کی سات

سر پہ تیرے پگڑی لٹھ نیچوں لاکا، مات

تمام شد
 تہیہ کا حصہ تشریں ہے۔ لیکن پہلے تماشے سے نظم شروع ہوتی ہے۔
 (۷) ”نورنامہ“
 آغاز

الحمد للہ رب العالمین والعاقبتہ للمتقین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ
 محمد وآلہ اجمعین۔ ہداں راشد ک اللہ فی الدارین برطلب
 صادق مخفی و محجب مناند کہ حق تعالیٰ در قران مجید فرمودہ کہ
 اشہدان لا الہ الا اللہ
 ہو راں کا معنا۔ خدا کہیا ہے دیا کہ تحقیق نہیں کوئی موجود
 جسہ ایمین“

اس کے بعد نور معرفت کی تجلیات کے مظاہر کا ذکر ہے۔
 خاتمہ

کہتا دوسری یکہ تمیز ہے کو نوریکہ دریا بے پایاں ہے۔
 اس پر موناں آتیاں جاتیاں سو عرفان ہے۔ اس دریا
 کے بھیتر تھے موناں پر بنیا سوزات کا سیوہ ہے
 تمت تمام شد نورنامہ (ورق ۲۲ ب)

(۸) رسالہ نکات معرفت کا ہے۔

آغاز ”تہیہ کتاب“

”اللہ بڑا صاحب ہے۔ اسکوں بہوت ہو نور دور نا
 اس کے خدائی تھے دونو عالم پیدا کرنے میں عقل کیا انکھیاں
 حیران ہیں۔ خدا دائم قائم ہے۔“

یہ عبارت شروع کے حصہ تہید کی ہے اس کے بعد سے ابواب شروع ہوتے ہیں۔
”پہلی باب بصیرت اور بصارت“ کے ابتدائی حصے کے بعد کتاب کا باقی حصہ
غائب ہے آخری حصہ کی عبارت یہ ہے۔

”اچلے کاغذ پر اس کالی ستر میں
نور تو نا دیکھیں اسے مخلوق کہتے ہیں۔
ای جیوں پہلے ستر آن میں خدا کیا اس
ستر ان کوں کاغذ

(۹) ”رموز السالکین“ منظوم ہے غالباً شمس العنایق کے ارشادات کو ایسے لکھا
آغاز

اللہ پاک منزہ ذات
اس سوں صفات قائمات
علم ارادت قدرت بار
ستنا دیکھتا بولنہار
ہے صفت یہ جان حیات
اس کو ناہیں کد مات
ایسی صفات سوں ہے ذات
جوئے چند نا چند سکھات

اس کے بعد اس میں ”وحدۃ اور نور و روح اور دل و نفس“
بد بحث کی ہے۔ اور وحدۃ الوجود فراق فنا و بقا کے مسائل بیان کرتے چلے
گئے ہیں اسی ضمن میں ادنیٰ اور اعلیٰ عاشق، اور نبوت اور ولایت کا فرق

بیان کیا ہے۔ خاتمہ یہ ہے جس میں کتاب کا نام اور اپنا تخلص دونو آگئے ہیں۔

دو ناؤں رموز اس لکین

سال کا پھر دیکھ کیا یقین

.....

حق کی نام نہ پھر یقین

کیوں اس کوں ہوئے میں

تمت اس تئیں کیا تمام

حق تھی بولیا حق کلام

تمت تمام شد گفتار صاحب شمس العاشق اس کتابت رموز لکین

یہ رسالہ اور شاہ امین الدین علی کے کلام کا کچھ حصہ انجمن ترقی اردو

(اورنگ آباد دکن) کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ (لاحظہ رسالہ اردو جلد ۱۰ شمارہ ۱۲۹)

(ورق ۳۹ ب) حاشیہ پر بھی اشعار درج ہیں۔

(۱۰) رسالہ کا آغاز۔ نویں رسالہ کے آغاز کے اشعار ہی سے ہوتا ہے۔

لیکن پانچویں شعر سے دو نویں اختلاف شروع ہوتا ہے۔ مسلسل بارہ ابیات

لکھنے کے بعد حدیث ”من عرف نفسه فقد عرف ربه“ کی تشریح شروع ہوتی ہے۔

کہ ”خاصیت خاک موکل فرشتہ ہر تبرئیل رنگ زرد و خانہ خاک تلی و در خاک

افواہ است۔ رگان اور گوشت استخوان اور پوست۔ ابری جستی پشتم بر جان

خاکي دم“ (ورق ۴۲ ب پر) اس طرح رسالہ ختم ہوتا ہے۔

اتنیاں صفتاں سوں مل موس جمع ہوتا ہے۔ آخر باہر آتا

بعد چل روز تک نور میں رہتا۔ ہو رہ دیکھ پر آتا سورج کا

نظر اسے جانہاں۔ سودل کا جا کا پچرنے لکيا سو نفس معلوم

ہوتا ہے۔ اللہ صلی علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم۔

(۱۱) شجرہ سلسلہ چشتیہ درج ہے۔ جو حضرت علی سے لیکر حضرت خواجہ ابو محمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز تک ہے۔ اس کے بعد کا حصہ غائب ہے۔ ورق ۴۲ (لو ب) پر کلمات طیبہ لکھے ہوئے ہیں۔

(۱۲) ۴۳ پر آخری رسالہ خط نستعلیق شکستہ آمیز میں لکھا ہوا ہے جس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پیغمبر علیہ السلام کو شبی معراج ہوا۔
پیغمبر نے پوچھے کہ سات طبق آسمان اور سات طبق زمین
کیا قدیم کیا جدید ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یا نبی! میں ہمہ جدید آفریدہ
خاتمہ

شاہد بہکار اسک راس
مطلق محیط سب کے پاس
کنج مخفی ہے پیو کا ٹھار
دل میں پیو کا دیکھ دیدار
جیو میں پیو کا ہے دیکھ ٹھار
دونو کا ہے ایکچہ ناؤں
بندہ ہوے تو تحقیقت جان
اللہ نبی پر لیا ایمان
اللہ بندے کا ایک ہی شان
مطلق دو کا ایک نشان
من عرف کو کوئی بوجھے کا

اس کو اللہ سوچھے کا
لا عبد ولا رب
تا بہا بتلانا بھاں اب

(۶) رسالہ نذیریہ ۲۱۲

اوراق ۱۷۶، سطور ۱۶ - ۲۲ تقطیع ۸ × ۶، نستعلیق، تکتہ آئینہ
خط، بخط مصنف، تحریر ۱۲۷۷ھ اکثر مقامات میں حاشیہ پر
بھی تحریر ہے

کتاب کے شروع میں ابواب اور فصلوں کی فہرست درج ہے۔
اس کے بعد درق ۵ ب پر اسمائے الہی و اعداد آئینہ بہرہ و حساب جعفر وغیرہ
لکھے ہوئے ہیں۔ پھر درق ۷ ب پر بطور یادداشت کے شجرہ قادریہ لکھا ہے
یہ سلسلہ حضرت شاہ غلام سوسن (۹) سے شروع ہو کر ۵۰ پشت کے بعد حضرت
سردار کائنات پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہی مصنف نے خود اپنا خاندانی
شجرہ تحریر کیا ہے۔ جو تیسویں پشت میں خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ اس سے مصنف کا پورا نام معلوم ہوتا ہے
جو محمد امیر الدین احمد خاں ابن مجید الدین احمد خاں ہے۔

اصل کتاب درق ۹ ب پر حمد سے شروع ہوتی ہے۔ ابتدا میں
تہمید کے طور پر مصنف نے اپنے حالات لکھے ہیں۔ اور اپنا نام امیر الدین محمد
مجید الدین احمد فاروقی بلخی حال متوطن مراد آباد بتلایا ہے۔ اس کتاب کے مآخذ

حسب فیل بتلائے ہیں۔

(۱) مالا بدہ (۲) راہ نجات (۳) مفتاح البحث (۴) رسالہ قاسمیہ
 (۵) ”رسالہ خارجیہ کہ نظم میں ہے۔“
 آغاز

”سب تعریف اللہ جل شانہ کے واسطے ہے۔ اور وہی ہے
 حمد و ثنا کے لائق جو تمام کا خالق اور رازق ہے اور درود
 و سلام بے حد اور محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کے جو بخشا نیوالے
 امت کے اور بتائے والے اچھے راہ کے اور امت پر مہربان
 ہیں۔“

کل آٹھ باب میں ہر باب کئی کئی غیر متناسب فصلوں پر منقسم ہے۔
 کتاب کا بحث مسائل فقہ اور ادعیہ ہیں۔
 خاتمہ میں لکھا ہوا ہے۔

یہ رسالہ پیاس خاطر بر خور دار نذیر الدین احمد طالعمرہ کے
 نیک کرے اللہ اس کو اور اور توفیق پڑھنے اور عمل کرنے کی
 اس کتاب کی دے۔ اور سب آفات سے بچائے رکھے۔
 اور صاحب جاہ و شہرت کرے۔ تصدق سے اپنے حبیب
 کے اور آل و اصحاب اس کے کے لکھا گیا۔ اور بر خور دار
 مذکور کے نام پر موسوم بہ ”رسالہ نذیریہ“ کیا گیا ہے۔ اور
 بدو سے اللہ جل شانہ بتایا اٹھارویں ماہ ربیع الاول کے
 شب جمعہ کو کہ انیسویں شب ہوتی چار گھڑی رات گئے
 شب ۱۲۶۷ھ میں تمام ہوا یہ رسالہ فقط رات سم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ العباد فقیر حقیر عامی محمد امیر الدین احمد عفی عنہ
 بمقام بلدہ مراد آباد میں تمام ہوا۔ (اورق ۱۷۶ ب)
 اسی صفحہ کے آخر میں دامن گوشت میں ”دعائے حزب البحر“ اس طرح لکھا
 ہوا ہے کہ گویا آئندہ ورق پر وہ شروع ہوتی ہے۔ لیکن خود دعا نادر ہے۔

(۷) سراج الایمان ۱۲۰۱ھ

اوراق ۱۳۲۔ سطور ۱۳۔ تقطیع ۹ × ۲۔ نستعلیق خط غالباً
 مصنف ہی کی تحریر ہے۔ سنہ تحریر درج نہیں ہے سال
 تصنیف ۱۲۰۱ھ

یہ مخطوطہ عقائد اسلام اور مسائل فقہ پر مشتمل ہے۔ جس کو ۱۲۰۱ھ میں
 حافظ احمد بن محمد مغربی تلمسانی انصاری نے دکنی زبان میں تحریر کیا تھا۔ کتاب
 کی ابتداء میں ایک دیباچہ ہے جس میں مصنف کتاب کی تالیف کا سبب اسکا
 نام اور سن تصنیف بتلاتا ہے۔

آغاز

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسول الله محمد وآله
 واصحابه اجمعين۔ بوجہ تو کہ پڑھنا عقائد اور فقہ کا ہر مسلمان
 پر فرض ہے کہ بغیر سمجھ احکام عقائد کے ایمان آدمی کا
 درست نہیں ہوتا۔ اور سوائے جاننے احکام
 فقہ کے نماز روزہ وغیرہ جائز نہیں

آخر میں مآخذ کے متعلق بیان کرتا ہے کہ۔

اُس رسالہ میں تحقیقات مسائل کیا ہوں اور اکثر مسائل اسکے
کنز الدقائق اور نور الایضاح اور امداد الفتاح شرح اس کی
اور فتاویٰ عالمگیری سے لیا ہوں؟
اس کے بعد غلطیوں کو معاف کرنے کی درخواست اور رسالہ سے نفع
پھونچنے کی دعا پر اس کو ختم کرتا ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں ۱۲۴۱
لکھا ہوا موجود ہے (جلد دوم ص ۱۱۳۶—۱۲۹)

(۸) فِہ المَبِیِّن ۶۱

اوراق ۷ سطور ۱۳۔ ۱۷ تقطیع ۸ x ۱۰ ۱/۲ ہست تعلیق خط
بے حد کرم خوردہ عنوانات سُرخ کی ابتدائی حصہ بالکل نفا
ہے نسخہ محمد ملنک تحریر ۲۲ صفر ۱۲۲۳ھ ہجری
سن تصنیف ۱۱۸۳ھ ہجری

فقہ کا یہ منظوم رسالہ ہے۔ مصنف اپنا تخلص یقین بتلاتا ہے۔ اس میں
ہندی مسلمانوں کے وہ تمام امور جو خلاف احکام شرع محمدی ہیں؛ التفصیل
بیان کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ ان رسومات کے متعلق معلومات کا بھی بیش بہا ذخیرہ
ہے۔ جو گیارہویں صدی ہجری تک تمام ہندی مسلمانوں کے درمیان حروج تھے۔
مصنف ایسے رسومات کا یکے بعد دیگرے ذکر کر کے ان کے خلاف احکام شرع
ہونے کا حال بیان کرتا ہے۔ ان کے چھوڑنے پر بھی مسلمانوں کو اہل بدلت ہے۔

اسلامی رسومات میں یہ رسالہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

موجودہ حالت میں اس رسالہ کا آغاز ان ابیات سے ہوتا ہے

ہلاک ہوتے ہو کیوں محرم میں عورت

کو لے . دزائشاں اور چکنات

پھر سُرخِ قائم کی ہے ”در مذمت سماپٹے“

سماپٹے ندیو کافر مرد کی

جہنم کے سدا سو میں پڑو کی

پھسرتو تمھارا دین نہ رھیکا

یقین بن تم کو اتنا کون کہیکا

اس طرح ”رسم کبچ عاشورہ“ رسم منڈوا کہ مثل شامیانہ بوقت

شادی می بندہ ”رتی جو کہ ”ہل و پھاج“ کی بُرائیاں بیان کی ہیں۔

حقوق شوہر برزن اور ”حقوق والدین“ صلہ رحمی ”حرمت ساحر“

مذمت قمار ”مذمت ریش تراشیدن“ مذمت رسم تابوت والادہ آخری

عنوانات ہیں۔

رسالہ کا آخری حصہ موجود ہے۔ اس سے ہم کو مصنف کا صرف تخلص

نام کتاب تعداد ابیات اور سن تصنیف معلوم ہو جاتا ہے مصنف کا تخلص

یقین ہے۔ رسالہ ۱۱۸۲ھ میں لکھا گیا۔

اوپر کے تیسرے شعر میں مصنف کا صرف تخلص آیا ہے۔ اور آخری

ہیت سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے مصنف کے قول کے مطابق اس رسالہ میں کل چھ سو

سے زیادہ ابیات تھیں لیکن باقی ماندہ حصہ میں صرف ۱۰۵ ابیات موجود ہیں اور اگلے ۴۹۵ ابیات مفقود

۱۰ حصہ کرم خوردہ ہے۔

چھ سو ابیات سے زائد کہا ہوں
بیان صوم و صلوٰۃ کا کیا ہوں

یقیناً نعت البیئس کو کر لے مختوم
بحق دیں پناہ و آل معصوم
خاتمہ میں تاریخ اختتام اس طرح لکھی ہے۔
صد و ہشتاد و دو الف ہجرت
بتاریخ مبارک گشت تمت

(۹) فہرست محفوظ خانی ۱۲۷۱ھ

(نعت محفوظ خانی کے ساتھ آئندہ دو نورسائے جلد ہیں)

اوراق ۱۶۷ سطور ۱۳۔ تقطیع ۱ $\frac{1}{4}$ x ۷ x ۶ نسخی نط کرم خوردہ

تحریر ۱۲ شعبان ۱۱۹۹ ہجری

(۱۱) فقہ محفوظ خانی۔ جس طرح نام سے ظاہر ہے یہ محفوظ فقہ کے موضوع پر اور دکنی زبان کی ایک شہزی ہے۔ یہ قدر عالم بن بدر عالم کی تصنیف ہے جو ۱۱۹۹ ہجری میں لکھی گئی۔ کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ سے مصنف کے نام کا پتہ ملتا ہے یہ نسخہ محمد محفوظ خاں بن کریم خاں کے نام سے موسوم ہے اس کے اگلے اوراق جو تمہید سے متعلق ہیں غائب ہیں۔ تمہید سے صرف ذیل کا حصہ باقی ہے جہاں سے اس مخطوطہ کا آغاز ہوتا ہے۔

اچھے دسویں جمادی الثانی آغاز
 ویدرہ باب ایجو دو فصل ساز
 در ایمان گوید
 فصل اول لوازمات ایمان گوید۔ قال منہ تعالیٰ
 الم ذالک الکتاب لایبغیہ ہم المفلحون
 نظم بریں مضمون

کہا اللہ بزرگ ہوں سب سے دانا
 ہر اک شے کو بنایا سب کا بیٹا
 سمجھتا تو جھٹتا ہوں میں ہر اک شے
 ہوں خالق سب کا ہے مج میں سب شے

کتاب پندرہ ابواب پر تقسیم ہے جن میں ایمان تربیت اولاد ارکان
 اسلام نماز وضو غسل تیمم روزہ زکوٰۃ زہد نکاح اور امر و نہی شرک و کفر کے
 متعلق شرعی احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ کہیں کہیں تشریح کی غرض سے
 نثری حکموں کا بھی استعمال ہوا ہے جن میں کا ایک نمونہ یہ ہے۔

”یکدم میں بولتے وقت دوکانوں میں کی
 انگلیاں رکھنا“ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا۔ ص
 دونوں لفظ معلوم ہوئے سر یکا ہونا“

خاتمہ

عربی فارسی میں اس کا مقصود
 لے آیا اس میں مسئلے سب تو موجود
 اس کے بعد کتاب کی تالیف کا سبب یوں بیان کیا ہے۔

سبب محفوظ خاں کے یہ کتابت
مرتب بفضل حق سوں کر مشقت
کتابک میں رہے یو یاد کاری
دعا دیوے نے سوسب ہزاری

آگے محفوظ خاں کے لئے خدا سے دعا کی گئی ہے کہ اے خدا تو اس کو
نیک توفیق عطا کر اولاد صالح سے سرفراز کر وغیرہ۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کا جو
نسخہ موجود ہے سنہ ۱۲۰۸ھ کا لکھا ہوا ہے۔ (علاؤ فن نفیس جلد دوم ص ۱۱۳)
ترتیب

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود مصنف ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔
کیونکہ اس کی کتابت کا سن وہی ہے جو تصانیف کا ہے۔

”ایں کتاب فقہ محفوظ خانی برائے غلام الفقیر احمد محفوظ خاں
بن کریم خاں نرین (۹) در نظر کفایت تصنیف داد و شد بفضل اللہ
علیہ و عملہ ایں مسودہ بہ دہم جاردی الاول آغاز نمود و پیشب
چار دہم شعبان المعظم مرتب شد سنہ ۱۱۹۹ھ نظر ثانی بگذاشت۔“

(۲) خلاصہ الگیلانی

(گزشتہ رسالہ کے ساتھ جلد ہے)

اوزق ۱۸ سطور ۱۳ تقطیع $\frac{1}{4} \times 6 \times 4$ نسخہ خطی
یہ کتاب بھی اسی کا نب لی لکھی ہوئی ہے جس نے فقہ محفوظ خانی کو لکھا ہے۔

لیکن کہیں بھی مصنف کے نام سن تصنیف اور دوسرے ضروری امور کا پتہ نہیں ملتا۔ کتاب سوال و جواب کی شکل میں لکھی گئی ہے۔ اور موضوع مسائل شرع میں ناصیہ ورق الہ پر درج ہے۔

”ایں کتاب خلاصۃ الکیلانی“

آغاز

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین ما نکھ اسعدک اللہ تعالیٰ فی الدنیا

اگر تجکوں پوچھے کہ (سُرخی میں) تو مسلمان ہے جواب بول الحمد للہ۔ سوال اگر تجکوں پوچھے کہ الحمد للہ کا کیا معنی ہے۔

نہایت

”اگر چار رکعت نیت بندھا ہوئے تو التحیات عبدہ ورسولہ لک پڑنا اسے وجہ سوں دو رکعت کرنا۔ دوسری بیٹھک میں التحیات سارا پڑنا۔ ہو رسلام پھرانا۔

تمت تمام شدہ کار من نظام شد۔

ترقیم کی تحریر موجود نہیں ہے۔

(۳)۔ احکام الصلوٰۃ

(گزشتہ دو نور سالوں کے ساتھ جملدیں

اوراق ۴۲ سطور ۱۳ تقطیع $\frac{1}{4} \times 4 \times 6$ نستعلیق خط

اس نام سے کئی رسالے دکنی نظم اور نثر میں لکھے گئے جن میں سے بعض خود اس مجموعہ میں شامل ہیں۔

اس رسالہ کے شروع صفحوں میں بھی گزشتہ رسالے کی طرح ناصیہ صفحہ ”پریتا“ احکام الصلوٰۃ لکھا ہے۔

مصنف کا نام سن تصنیف اور کاتب کے نام کا پتہ نہیں چلتا۔ اس مخطوطہ کے ساتھ آخر میں تین اور اوراق پر زببان فارسی غیل وضو لباس وغیرہ کے احکام اور اداب لکھے ہوئے ہیں۔

آغاز

”اَحمَدُ مَبْدُؤُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سُوْلِهِ
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِیْنَ۔ اکر کوئی تجھے پوچھیکا مسلمان
کہ ہاں سوں ہوا بول کہ۔ روزِ مِثَاقِ سوں اکر پوچھے کہ روزِ مِثَاقِ
کسے کہتے ہیں بول کہ روزِ مِثَاقِ او ہے اللہ تعالیٰ ذریتوں کو
بیدار کیا ان کو عقل دیا ہو رُشْعُوْر دیا۔ پوچھیا کہ اللہ بکرم۔“

خاتمہ

ہر ایک چیز بازار میں کھانا کردہ ہے اور کھانا کھانے کے
درمیان چہار مرتبہ پانی پینا منع ہے۔ اور نوالہ لیتے وقت کلمہ کی
اگلی جُدا کرنا منع ہے۔ تمت تمام شدہ تحریر فی التایخ دِیْمُ سَہْرُوْ
آخری دو اوراق پر ایک نظم ”مُجَرَّدِ وَجُوْدِ“ کے عنوان سے اردو زبان
میں لکھی ہے۔ جس کے پہلے اور آخری دو شعر یہ ہیں۔

سہیلی بانو تنکاری چرخہ
کار و غفلت کاری کہہ کہہ

چھوڑ دنیا کا خرقہ ریا
ہر دم اللہ اللہ نبی ہمارے صلی اللہ

.. .

چرخہ نامہ توں باندی
توں تو ہے درویش گھر کی باندی
توں محمو پور میں ناندی کے
ہر دم اللہ اللہ نبی ہمارے صلی اللہ

(۱) فہرست ہندوی ۱۲۸۱

اوراق ۱۰ - سلور ۱۰ - تقطیع $10 \times \frac{1}{4}$ - نستعلیق شکستہ

آئینہ خط نسخ کا نام درج نہیں ہے سنہ تحریر ۱۲۶۲

شرعی مسائل کے بیان میں منظوم رسالہ ہے شروع سے پانچویں شعر
میں مصنف اپنا نام ”عہد و امین“ بتلاتا ہے۔ کتاب حمد سے شروع ہوتی ہے۔
جس میں ان تمام امور کی صراحت کی گئی ہے۔ جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔
اس کے بعد فضول و واجبات ایمان بیان اسلام و ضو اور اس کے متعلق احکام
استغنا منازج کے مسائل پر بالترتیب بحث کی گئی ہے۔

فقہ ہندوی ”مسئلہ“ کی تصنیف ہے۔ اس کا ایک مکمل مخطوطہ جو
شیخ محمد بکر ان صاحب کے پاس دیکھا گیا ہے، اس میں سن تصنیف کا یہ شعر
زیادہ ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ اورنگ زیب کے عہد میں لکھا گیا۔

سن یکہزار چوہتر میں بیچ رمضان
اور رنگ زیب کے وقت میں نسخہ ہوا تمام

”فقہ ہندوی“ کا ایک نسخہ کتب خانہ جات شاہ اودہ میں بھی تھا جس کا ذکر اسپرنگ نے اپنے مرتبہ کٹلاگ میں کیا ہے۔ لیکن اس کا ذکر ”مخترنامہ“ محمد جیون کے ذکر میں آگیا ہے۔ مرتب نے فقہ ہندوی کو مختصر نامہ کے ساتھ غلط لکھا کر دیا ہے چنانچہ وہ مختصر نامہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

”مخترنامہ“ محمد جیون کی ثنوی ہے خسر کے واقعات یہ اس میں اہل سنت و جماعت کے عقائد بیان ہوئے ہیں ”مخترنامہ“ جو واقعات خسر سے متعلق ہو اس میں سائل شرع کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ یہ دو مختلف موضوع ہیں۔ آگے چلکر آخری حصہ دیکھنے کے بعد اسپرنگ کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ ”مخترنامہ“ نہیں ہے اسی لئے وہ لکھتے ہیں۔

”میر تقویٰ شبہ ہے کہ اس کا نام ”مخترنامہ“ نہیں ہے۔ بلکہ فقہ ہندی ہے ایک دوسری تصنیف اسی مصنف کی ”مخترنامہ“ کے نام سے موسوم ہے۔“ گویا ان کی تحقیق کے مطابق ”مخترنامہ“ اور ”فقہ ہندوی“ ایک ہی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ایک ہی مصنف کی دو مختلف کتابیں ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ جیسا اوپر کی تفصیل سے ظاہر ہے ”مخترنامہ“ محمد جیون کی تصنیف ہے۔ اور ”فقہ ہندوی“ کا مصنف عہد امین ہے۔ جو اور رنگ زیب کے عہد کا ایک شاعر تھا۔

اسپرنگ کو یہ سہواً سوچہ سے ہوا ہے کہ ان کے زیر نظر خطوط میں یقیناً ”مخترنامہ“ اور ”فقہ ہندوی“ ایک ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اسی لئے پہلے حصہ کو انھوں نے صحیح طور پر ”مخترنامہ“ محمد جیون لکھکر آخر میں ”فقہ ہندوی“ کو بھی

علمی سے اس میں شامل کر لیا۔ اور یہ لکھ دیا ہے کہ۔

”اس میں ”مختصر نامہ“ میں عقائد و مسائل اہل سنت بیان ہوئے ہیں“

مسائل شرع اور عقائد اہل سنت ”نفتہ ہندی“ کا موضوع ہیں۔

ہمارے اس خیال کی تائید خود اسپرنگر کی تفصیل سے ہوتی ہے کہ ”مختصر نامہ“

کے ذکر میں انھوں نے پہلا تعرتو ”مختصر نامہ“ ہی کا لکھا۔ لیکن آخری شعر ”نفتہ ہندی“ کا قتل کر دیا جو مختصر نامہ کے آخری میں منسلک تھی۔

آغاز

حمد و تاسب کو خالق کل جہاں

لائق حمد و ثنا کے اور نہ کوئی جان

علم و شریعت نال کے بھیجے پاک رسول

جو کچھ بھیجا رب نے سب ہم کیا قبول

یا رب اپنے کرم سوں ہیج بھیج درود

نبی محمد مصطفیٰ متسون خوشنود

بھیجو اس کے آل پر امداد اصحاب پر نام

تس بھیجو احباب پر بہت درود و سلام

کتنے مسئلے دیں کے عہد و کجے امین

نفتہ ہندی زبان پر بوجہ کر و یقین

خاتم

مصرف زکوٰۃ مات ہیں تنکو بھی پہچان

فقیر مسکین رکھ گزار اور غازی جان

فقہ ہندی کو موناں آنور زبان پر یاد
صلہ آوے دین کی مول نہوے فساد
تمام شد۔ آمین رب العالمین

(۲) ”فقہ ہندی“ جہاں ختم ہوتی ہے وہیں (ورق ۱۷ ب کے درمیان)
سے دوسرا نثر کا رسالہ شروع ہوتا ہے جس میں بسم اللہ اور کلمہ طیبہ کی تفسیر دیج ہے
آغاز اس طرح ہوتا ہے ۔

شروع کرتا ہوں اس کام کے متیں
سات نام اللہ تعالیٰ الرحمن اور الیہا اللہ جو رحمان ہے ۔
معنی رحمان کے یہ ہیں جو رزق دینے والا بیچ اس جہان کے
سب مخلوقات کو ۔ الرحیم اور الیہا اللہ جو رحیم ہے ۔ اور معنی
رحیم کے یہ ہیں جو مہربانی کرنے والا ہے ۔ بیچ آخرت کے مسلمانوں
پر نہ کا خسروں پر ۔

(۳) ورق ۲۴ ا میں کے بعد ایک اور رسالہ فارسی زبان میں ہے جس میں
کلام مجید کے ہر حرف کو پڑھنے کے فائدے بتلائے گئے ہیں رسالہ نماز اور جنازہ
کی دعاؤں پر ختم ہوتا ۲۳ ب) ان رسالوں کی تاریخ تحریر ۹ جمادی الاول ۱۲۶۲ھ ہے

(۱۱) کنز المؤمنین (۹۱۲)

اوراق ۱۰۶ سطور ۱۷ - تقطیع ۱۱ x ۱۶ - نستعلیق شکستہ امیر
خطبے مدکر مخروہ نسخ میر تاج الدین ولد سید قاسم

تحریر ۱۲۔ صفر ۱۲۵۴ھ دو شنبہ۔ مقام تحسین بر شہر کھلم۔
یہ رسالہ عابد شاہ حسینی کی تصنیف ہے۔ جو بقول مصنف ”یوسف روحانی
عابد شاہ حسینی“ کے مرید ہیں۔ تہمدی حصے میں مصنف نے اس کا ذکر کیا ہے۔
کتاب کی زبان دکنی ہے۔ اس کے مآخذ مصنف نے عربی اور فارسی
کی حسب ذیل کتابیں بتلائی ہیں۔

(۱) کنز المؤمنین (۲) مفتاح الصلوات (۳) کفایت الاسلام
(۴) کفایت العباد (۵) تحفۃ الجواہر (۶) تحفۃ انصاف (۷) فتاویٰ (۸)
کتاب الاخیار (۹) ہزار مسائل (۱۰) محیط کاخ (۱۱) کنز العباد (۱۲) کنز البیان
(۱۳) شرح وقایہ و (۱۴) ہدایہ (۱۵) بحر فایق و (۱۶) رائق (۱۷) مشکات
(۱۸) تفسیر حسینی (۱۹) تفسیر جواہر و (۲۰) قافی خاں (۲۱) منہاج الانوار
(۲۲) لطائف شاہی (۲۳) کشف الحقائق (۲۴) فتاویٰ ملتفت
کتاب انیس ابواب پر اور ہر باب کئی کئی فصلوں میں تقسیم ہے جن کی مجموعی
تعداد مصنف نے ”ستر پرتین“ بتلائی ہے۔ مشتملات کی تفصیل پورے دو صفحات
پر عادی ہے ان میں مسائل شرعیہ اور مسائل معرفت کا با التفصیل ذکر ہے۔ جیسا کہ
خود مصنف لکھتا ہے۔

”علم شریعت علم معرفت پر جملہ اس کتاب میں انیس باب ستر پرتین
فصل ہیں۔“

حوشہ کہانہ عقائد دیگوا توام سے میل چل بڑھنے کی وجہ سے ہندوستان
کے مسلمانوں میں پھیل گئے تھے۔ ان کی بڑائیاں دکھا کر ان کو دھوکے کی کوشش
کی گئی ہے۔
آغاز

حمد ماری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔

”الحمد للہ رب العالمین۔ سرانا اور تعریف کرنا سزاوار ہے اللہ تعالیٰ کو۔ اور پیدا کیا ہے تمام خلقت کو من بعد نعمت خلق الامم ختم المرسلین سرور احمد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک“

خاتمہ

لوکاں کو دکھانے نماز روزہ کرنا کفر ہے اور در دیواسطے دیو کا پوجا کرنا کفر ہے اور غیب کی باتاں کرنا کفر ہے۔ اور بیض موت منکنا کفر ہے۔ اور خوب آدمی بھی موت منکنا کفر ہے۔

ترقیمہ

بقلم میر تلج الدین ولد سید تاسم قبلہ فی التایخ دوازدہم ماہ صفر المظفر روز دوشنبہ بوقت اوسط عصر و مغرب در تہر کم تحریر یافت ۱۲۵۷ھ
اس عبارت کے بعد ہی ایک خوشنامہ ”اعظم علی خاں“ کی لگی ہوئی ہے جو غالباً اس مخطوطہ کے مالک تھے۔ مہر ۱۲۵۷ھ ہے۔

(۱۱۲) مجموعہ رسائل مفت (۱۰۱)

ادراق ۱۹۰۔ بطور ۱۳۔ تقطیع ۱۱ x ۵ نستعلیق شکستہ آمیز خط کاغذ لمبی

کاتب مجلول خاں بابتہ و سرگادوہ قزوین و بنیاد حیدر آباد سکنتھا ۱۲۲۳ھ

اس مجموعہ میں کل آٹھ رسالے ہیں جو مختلف لوگوں کی تصنیف سے ہیں۔ ایک

رسالہ جو ایک سے ۲۲ صفحات پر مشتمل تھا غائب ہے موجودہ محمد علی بیسویں صفحہ سے شروع ہوتا ہے تمام رسالے ایک ہی شخص کے لکھے ہوئے ہیں۔

(۱۱)۔ ہزار مسئلہ۔ (ورق ۲۳ ب سے ۷۷ ب تک) اس رسالہ میں وہ ہزار مسئلہ نثر میں بیان کئے گئے ہیں جو عبد اللہ بن سلام خلیفہ کیمہودیوں کے نمائندہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کئے تھے۔ ہر مسئلہ کے ساتھ اس کا جفا لکھا ہے جو آنحضرت نے ادا فرمایا تھا ہر مسئلہ کا آغاز سُرخی سے ہوتا ہے۔ اور عبد اللہ بن سلام ”یا صرف“ عی اللہ نے کہا“ کے حملے سے نئے مسئلہ کی ابتدا کی جاتی ہے آخری مسئلہ کے جواب کے بعد سائل اور اس کے تمام ساتھی مسلمان ہو جاتے ہیں آغاز

”الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام
على رسول محمد وآله واصحابه اجمعين

محمد پران کے آل پر اور اصحابوں پر اور سب خاص امتاں پر اور بیچ حدیث کے آیا ہے جعفر عبد اللہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سے یہ روایت عالم منی ظاہر ہوا، خاتمہ

”جو کوئی یہ کتاب پڑھے گا اور نیکیا حق تعالیٰ اس کوں جزا دیوے گا۔ اور شہادت نصیب کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ فضل و کرم سوں اپنے خدا تعالیٰ کے دلاں سب مومنوں کے اور مسلمانوں کے تہادت سے شاد ہوئیں گے برکت سے اس ہزار مسئلہ کے باللہ العظیم و بے ستعین بفضل و کرم اللہ العالمین
تم آمین

(۱۲) - حجۃ الاسلام (۷۷ ب سے ۹۱) تک رسالہ کے مصنف کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ تحریر کے اعتبار سے یہ رسالہ انیسویں صدی کے ابتدائی نصف کے معلوم ہوتا ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ یہ اور گزشتہ رسالہ ایک ہی شخص کی تصنیف ہو۔

اس رسالہ کا موضوع بھی فقہ ہے۔ اس کا آغاز گزشتہ رسالہ کی طرح اور اسی دعا سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد کی تحریر یہ ہے۔

بوجہ تو نیک بخت کرے تو شجوا اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں
حویو رسالہ حجۃ الاسلام کو کیتک مسائل مقبر کتاباں سوں جگر
نکلے ہیں۔“

خاتمہ

یہ کتاب حجۃ الاسلام ہے۔ اس کو یاد رکھنے سے فائدہ
مسلمانی میں حاصل ہوتا ہے۔ اور نہیں تو وہ مسلمانی سے
باہر رہتے حجۃ الاسلام اب سب یہ تمام ہوئی۔“
تمام شد۔ کار بنی نغلام شد

(۳) - کشف الخلاصہ۔ (دوق ۹۲ ب سے ۱۱۲ ب تک)

یہ مولوی سید شجاع الدین صاحب قادری مرحوم کا منظوم رسالہ ہے جو
”کشف الخلاصہ“ کے نام سے بے حد مشہور ہے۔ اس کی کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔
مولوی سید شجاع الدین صاحب دکن کے ایک مشائخ خاندان سے تھے
معلوم اسلامیہ میں مہارت نامہ رکھتے تھے۔ کئی کتابیں فارسی اور دکنی اردو میں لکھیں
لیکن ”کشف الخلاصہ“ کی طرح کسی کو بھی مقبولیت عام حاصل نہیں ہوئی۔

حضرت مولانا شجاع الدین صاحب قدس سرہ الغریزہ کی پیدائش برہان پور میں ہوئی۔ آپ کے والد سید کریم اللہ خاں اپنے زمانہ کے بڑے جید علماء میں سے تھے۔ برہان پور آپ کا وطن تھا۔ پردادا مولانا میر محمد داعم بھی علم و فضل میں شہرہ آفاق تھے۔

اپنے نانا کے انتقال کے بعد حضرت شجاع الدین صاحب جید آباد چلے آئے۔ یہیں اسلامی علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ نواب محمد فخر الدین خاں بہادر شمس الامرنے پچاس روپیہ ماہوار وظیفہ جاری فرما دیا تھا۔ اسی پرگزراوقات ہوتی تھی آپ جامع مسجد میں رہا کرتے جہاں ملک کے بڑے بڑے امرا اور فضلا آپ سے ملنے اور آپ کی فیض صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے۔

آپ کی تصنیفات دس بارہ سے زیادہ اور عربی فارسی اور اردو تینوں زمانوں میں موجود ہیں۔ غزلیں اور قصائد ان کے علاوہ ہیں۔ لیکن ”کشف الخلاصہ“ کی سی مقبولیت اور شہرت عام کسی دوسری تصنیف کو نہیں حاصل ہو سکی اب تک اس کے بیسیوں اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ تمام گھروں اور مدرسوں میں لڑکے اور لڑکیاں اس کو در زبان رکھتی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہر لغزیز تصنیف کسی فارسی رسالے کا ترجمہ ہے جس کا نام ”خلاصۃ الفقہ“ تھا مصنف نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کی کل ابیات کی تعداد (۳۸۳) ہے اور سال تصنیف ۱۱۵۷ھ ہے جو خود نام کتاب ”کشف الخلاصہ“ سے نکلتا ہے۔

۱۔ مناقب شجاعیہ مصنفہ محمد امیر اللہ (ش ۱۳۵۷ھ) سے ۷۱۱ مجوزہ المنس تذکرہ ادلیا دکن ص ۱۰۰
۲۔ آپ کا مخطوطہ کاہنم آجیے پر پرتے مولوی کامل پرنٹر علی گڑھ کے پاس محفوظ ہے جو مرتب کی عہدے گرا ہے
۳۔ تصانیف کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”مصابیح شجاعیہ“ ص ۶۵-۶۶

آغاز

سب ثنا ہے حضرت رحمان کو
جان و عقل و دین دیا انسان کو
فضل سے اپنے ہمیں متراں دیا
اس میں امر و نہی سب روشن کیا
عقل دے کر فتنہ سمجھایا ہمیں
راہ وہ تھیلکی کی - تلایا ہمیں

خاتمہ

آل و اہل بیت و اصحاب ائمین
تابعین اور ربہ تابع تابعین
بعد ازاں سب مومنوں و مومنین
استجب مولائے رب العالمین

(۴) - وفات نامہ حضرت رسالت پناہ صلعم

مصنف کا نام معلوم نہیں ہے تصنیف خود مصنف نے ۱۱۱۱ھ

بتلایا ہے۔

ہوا نسخہ یہ ہجرت بعد سارا
ہوا برساں گیارہ پر گیارہ
دیا تو نسیق اپنے فیض سے اب
کیا اس پر سے میں نصیر مرتب
الہی جو لکھا یہ خط یکسر

عطا دیدار کر تیرا سر میر
رسالہ منکوم دکنی زبان میں ہے اس کتاب کا تصنیف علی ہجویت کے بعد
وفات تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔
آغاز

میاں اول، کون حمد نہ دیا
زمانہ ادیر اس کو، سر میر
کہا کہ تیرا سر میر تیرے
بنا کر ملک رکھایا، بنی حکم

.....
ہر ایک دکنی زبان پھر کو پڑھ
نہ وہ محتاج اس کا آب ہوئے

خاتمہ میں مصنف نے رسالہ کی کل بیانات کی تعداد ۲۲۲ بتلائی ہے
یہ بیانات ہیں، دو صد مست دو پر
خاتمہ

اسی حق نبی کریمؐ
غش مجھ کی امت کو جو حیم
تبت تمام تہذیبیں اظہر

تحریر بہلول خاں ہی کی ہے۔ بیس دو صد تمام رسالوں کے برخلاف
یہاں کاتب نے ترقیم نہیں چھوڑا۔

(۵)۔ وفات نامہ خاتونِ جنت (اردی ۱۲۱ ب سے ۱۲۵ ب تک)
اس رسالے میں حضرت خاتونِ جنت کی وفات کے حالات

درج ہیں۔ اس کا سال تصنیف ۱۲۲۷ء ہے
آغاز

کیا ابتداء میں بنام خدا
کہ مارے جلاوے وہ پالے سدا
محمد نبی سید المرسلین
حبیب خدا رحمت العالمین

خاتمہ

ابھی دعا کو تو کرنا قبول
ز برکت محمد دآل رسول
محمد ترے چار یاراں امام
دگر پنجتن پاک عالی مقام

۶۔ کنز المسائل۔ (درق ۱۲۶ از ۱۳۲ ب تک) مصنف کا نام اور
حال کچھ نہیں ملتا۔

کتاب کا موضوع فقہ کے مسائل ہیں۔ کتاب ۲۹، محرم ۱۲۶۵ء کی لکھی ہوئی ہے۔
آغاز

خدا کی ثنا اور صفت کہ تمام
کہوں میں نبی یر درود و سلام
صفت پھر کروں میں آل و ہمتا کی
کہ تابع ہیں ان کے سبی اتی

خاتمہ

نظر جب کرے تو کے یہ قصہ مختصر

دعا سے اس عاجز کے تئیں یاد کر
سخن کر عوا میرا سراپا خطا
بزرگوں سے ہے چشم لطف و عطا
کیا میں نے اس مختصر کو تمام
محمد نبی پر درود و سلام

(۷)۔ احکام الصلوٰۃ (ورق ۱۳۵ سے ۱۴۲ ب تک) یہ کتاب
غزوہ صفر ۱۲۶۵ھ کو لکھی گئی ہے۔

آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا نام شیخ صاحب تھا۔
کیا شیخ صاحب فرض کا بیان
مسلمان مومن پر ہوئے عیاں
آغاز حمد سے ہوتا ہے جس کے دو شعر حسب ذیل ہیں۔

اول حمد بولوں بنام خدا
سنا اور صفت اسکی کرنا ادا
سنا اور صفت سوں اوہے غنی
سنا دار اس کو پو کبر و سنی

اس کے بعد مسائل شروع ہوئے ہیں۔

(۸) معراج نامہ۔ (ورق ۱۴۲ ب سے ۱۴۶ ب تک) گزشتہ
رمالوں کے کاتب بہلول خاں ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسالہ ہے درمید بلاتی
کا تصنیف کردہ۔

سنہ تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔ اس کا سنہ کتابت ۱۲۶۵ھ ہے
اور یہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے جو بہلول خاں نے ترقیمہ میں اپنی حادث

کے خلاف صرف اس سال کے آخر میں موزوں کئے ہیں۔

ان میں کاتب کا نام سکونت اس شخص کا نام جس کے لئے یہ کتابت سرنگام پائی اور سن کتابت تمام امور نظم میں لکھے ہیں جس کی آخری بیت یہ ہے۔

کہ سن یہ اس کا تمہیں دیکھ لو

یہ ہزار دو سو پینسٹھ ہجری کہو

کتاب کا موضوع معراج ہے۔ آغاز حمد (تاریف باری تعالیٰ) سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد معراج کے تمام واقعات فرداً فرداً بیان کئے گئے ہیں اس واقعہ کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام اصحاب سے رات کا واقعہ بیان فرمایا تو اس وقت ایک یہودی بھی اس کو گھڑا سن رہا تھا۔ اُس نے آنحضرت کی تمجید کی اور گھر چلا گیا۔ اس یر خدا نے اس کو معراج کی حقیقت سمجھائی چاہی۔ چنانچہ جب وہ پانی لینے دریا پر گیا گھڑا کناٹے رکھ کر غسل کرنے کے لئے نہابی میں غوطہ لگا کر نکلتا ہے تو اپنے آپ کو ایک مرجین عورت کی شکل میں پاتا ہے ایک مرد زبردستی اس کو پکڑ کر اپنے مکان لے جاتا ہے۔ عرصہ تک یہ دونوں یکجا رہتے ہیں یہودی کو مرد کے بطن سے (۷) لڑکے بھی پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ایک روز اس کو پھر دریا پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ نہتا ہے۔ اور غوطہ لگاتے ہی مرد کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ فوراً گھڑا لیکر مکان کی طرف جاتا ہے۔ گھر پہنچتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی عورت مچھلی دھونے بیٹھی تھی ویسی ہی بیٹھی ہوئی اس کے دیر تک واپس ہونے پر پریشانی کے آنسو بہا رہی ہے وہ حیران ہوا۔ اپنے واقعات لوگوں کو سنائے اور سب نے اس کو میوہ و فواہ بنایا آنحضرت کا چپکا ہو رہا۔ اور حضرت رسول انور کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

آغاز

اول نام اللہ سو بولوں احد
 ثنا و صفت اسکی ہے بے عدد
 ثنا اس اوپر نت سزاوار ہے
 کر نہ ہار قدرت میں کر ہار ہے

خاتم

جو سید بلائی نبی کا غلام
 قصد یو کیاں میں لطف سوں تمام

”معراج نامہ“ کے تین مخطوطے کتب خانہ جات شاہان اودھ میں موجود تھے جن میں سے ایک تو بچانہ میں تھا اور دو موتی محل میں (ملاحظہ ہو فہرست مرتبہ اسپرنگر ۱۹۲۲ء)

(۹)۔ نور نامہ

یہ رسالہ حضرت شاہ عنایت کی تصنیف ہے جو نواب مغفرت آب آصف جاہ بہادر کے معاصر تھے آپ بلند پایہ درویش تھے۔ لیکن وضع عام درویشوں سے نرالی تھی۔ ٹاٹ کا جہیز پہنتے تھے جس وجہ سے ”ٹاٹ شاہ“ نام پڑ گیا تھا لوگ آپ کے بڑے معقد تھے آپ کی یہ حالت تھی کہ جو کچھ ملجاتا اس کو غریبوں اور مسکینوں میں باٹ دیتے۔

علم ظاہری سے زیادہ علوم باطنی میں دستگاہ کامل حاصل تھی جب آپ اورنگ آباد تشریف لے گئے تھے تو وہاں کے جید عالم مولانا قمر الدین آپ کے معقد ہوئے۔ آپ کا انتقال ۱۱۵۵ھ میں ہوا اس رسالہ کی

تصنیف کا سال خود مصنف نے ۱۱۰۱ ہجری بتایا ہے اور یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ یہ کسی زبان کے رسالے کا ترجمہ ہے جو ختم میں تھا۔

رسالہ کا موضوع نور انوار آنحضرت ﷺ پر جس قدر دور گزرے ہیں انہی تفصیل ہے۔ آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد ”حکایت وحی“ کے عنوان کے تحت بتلایا ہے کہ ایک رجب بریل سے آنحضرت کی گونگو ہوئی جبریل علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ یہ نور سے کن کر چیزوں کی پیدائش ہوئی آنحضرت کے زمانہ مبارک کی تعریف کے بعد خاتمہ کا عنوان ہے جس میں ”نور نامہ“ کی اہمیت بتلائی گئی ہے۔

آغاز

الہی کریم ہمارے کرتار توں
سنواریا ہے قدرت سوں سنار توں

خاتمہ

اتھا نور نامہ نصیر
سو دکنی کیا شعر میں سرسیر
تخلص میرا ہے غلیت و شأ
مراحد ہے محکوں محمد پناہ
میرا پیر حضرت حسین شاہ ہے
محمی الدین کا خاص اولاد ہے
مرتب کیا ”نور نامہ“ تمام
بحق محمد علیہ السلام
کہ ہجرت نبی تھے ہزار ایک صد

جی ایچ ارا اتھے سال ہوا ہے یوتد
 ہزاراں دروداں ہزاراں سلام
 بحق محمد علیہ السلام
 ترقیمہ سے اس رسالے کی کتابت کی تاریخ ۱۹ ماہ صفر ۱۲۶۵ء معلوم
 ہوتی ہے۔

(۱۲) ہدایت الہندی (۱۱/۲)

اوراق ۱۰۷ سطور ۱۳ تقطیع $\frac{3}{4}$ ۸ x ۶ نستعلیق تکتہ آمیز
 خط ابتدائی اوراق غائب ہیں ولایتی رنگین کاغذ نسخ
 ید مبارک حسین ساکن ترجیا پلی نے تحریر ۱۲۶۱ء
 یہ فتویٰ دکنی زبان میں مسائل فقہ پر لکھی گئی ہے۔ اگلے کچھ اوراق غائب
 ہیں۔ آغاز اس بیت سے ہوتا ہے۔

نہ قد ہوہر صورت نہ عکس دشنی
 نہ کہنہ نوا کوئی نہیں اس کبھی
 نہ دبلا نہ موٹا نہ کوتاہ دراز
 نہ جوہر مرکب نہ جسم و فراز
 نہ نیست ہو دیگا نہ جوڑا نہ تول
 مثال اسکا کس بہانت میں ناتول

غالباً مفقود اوراق میں مصنف نے کتاب کی تالیف کا سبب خود
 اپنا نام اور دیگر امور بیان کئے ہوں گے۔ موجودہ اوراق میں ہمیں ان امور کا

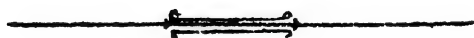
پتہ نہیں چلتا۔ آخر میں بھی خاتمہ کتاب کا عنوان نہیں ہے جس سے متعلقہ امور کچھ روشنی پر سکتی۔

خاتمہ

دے صبر اور شکر کوں لے آئے
تو پاؤں کا عزت میں جو یوں بنے
اصل کتاب کے خاتمہ پر تہذیب میں کتاب کے متعلق جو کچھ بھی موجود ہے۔
اس کی نقل یہ ہے۔

”لکھی گئی یہ کتاب مسمیٰ ”ہدایت الہندی“ واسطے مرقی خاں
صاحب کے اور راقم اس کا سید مبارک ساکن تہ چنابلی
اور تمام پائی یہ کتاب فی التایخ دوسری ماہ ذیقعدہ ۱۲۸۲
نبوی صلعم

آخر میں چند اوراق پر ایک اور رسالہ عربی زبان میں کلمات طیبات
نماز روزہ پر لکھا ہے۔



(۲)

تصوف

(۱۴) باغ ارم۔ (۶ب۱)

اوراق ۲۰۹ سطور ۱۱۔ تقطیع $\frac{1}{4} \times 8 \frac{1}{4}$ ۵ نستعلیق
شکستہ آمیز خط کاغذ دیسی غالباً مصنف ہی کی تحریر ہے۔
ترقیمہ میں صرف اس قدر لکھا ہے۔

بفصل تعالیٰ من اتمام یافت

بتاریخ دوازدهم ربیع الاول سنہ ۱۲۶۰ھ

یہ سنوی مستغان علی کی تصنیف ہے جن کا تخلص مستغان ہے۔ اس کا
اظہار خود مصنف نے ایک شعر میں کیا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ میں صدیقی النسل
ہوں۔ اور میرے جد جد شاہ علاء الدین تھے۔

ہر نام مصطفیٰ و آل پاک

مستغان کو بخش دے مت کر ہلاک

شاہ علاء الدین میرے جد جد

تھی فقیروں میں جیسے تیری مدد

تاریخ تصنیف ۱۲۴۲ھ بتلائی ہے۔

نام اس کا میں رکھا باغ ارم
رکھ مدام اس کو خدایا محترم
سال بھی اس نام سے ہے آشکار
یکہزار دو صد چہل و چہار

یہ مثنوی مولوی جلال الدین رومی کی مثنوی کا اقتباس اور ترجمہ ہے جو
۱۲۴۲ھ میں شروع ہو کر ۱۲۶۰ھ میں اختتام کو پہنچا۔

کتاب 'فہرست حمد و نعت اور حبب تالیف کے ابواب کے علاوہ
کل ۱۲۵ حصوں پر منقسم ہے۔ جس میں مثنوی کے چھ دفتروں کا منتخب ترجمہ ہے
ترجمے کی اس کی میں ڈالا اساس
حاصل اس کا کر نصیحت اقتباس

آغاز

حمد کیا کوئی زباں پر لاسکے
بے نشان کا کیا نشان بتلا سکے
ممکنات حادث نامستقیم
پائیں کیوں واجب کے اسرار قدیم
ہے منزہ ذات پاک فدو الجلال
نارسا اس کنہ میں دہم و خیال

خاتمہ

ختم تیرے نام پر ہے یہ کتاب
لے خدائے مستعان دستطاب

ترقیمہ

بفضل تعالیٰ حسن اتمام یافت
بیاب دوازدهم بیع الاول سنہ ۱۲۶۰ھ

(۱۵)۔ رسالہ پنج گنج اور رسالہ ذکر صلی (۲ ب)

ادراق ۲۰ بطور ۱۵۔ تقطیع $\frac{3}{4} \times \frac{1}{4}$ ہر شتعلیق خط
دوہی کاغذ (دونوں رسالے ایک ہی خط میں اس طرح لکھے ہوئے
ہیں کہ ایک کے ختم ہوتے ہی (ورق ۳ ب کے آخر سے)
دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔

(۱)۔ رسالہ پنج گنج (ورق ۱ ا سے ۳ ب تک)۔

یہ رسالہ منظوم ہے۔ اور شاہ برہاں الدین جہانم کے ارشادات پر مشتمل
ہے۔ شاہ برہاں الدین جہانم دکن میں مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے والد شاہ
میر انجی شمس العشاق تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی سے بہرہ ور ہو چکے بعد
واحدی سے بیعت حاصل کی مشہور ہے کہ آپ سچد خوش خلق حلیم الطبع اور
منکسر المزاج تھے۔ تصوف و سلوک میں متعدد رسائل آپ کی تصنیفات سے
بتلائے جاتے ہیں۔ غالباً آپ کے کسی مرید نے آپ کے ارشادات کو اس رسالے کی شکل میں جمع کیا،
۹۵۰ھ پندرہ تاریخ ماہ جمادی الثانی کو انتقال کیا اور والد کے گنبد

(بیجا پور) میں دفن ہیں۔

۱۔ محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن۔ مکتبہ عبد البہار خاں صوفی ملکا پوری دہلی ۱۳۳۲ھ ص ۱۰۹

پنج گنج نظم میں ہے۔ اور اسی نام کی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ رسالہ (۱)
 حمد باری تعالیٰ (۲) نست (۳) آغاز کتاب پنج گنج (۴) ذکر اللسان تعلقہ ذکر الروحانی
 اور درہ شادہ کے پانچ عنوانات پر مشتمل ہے۔ شروع میں ناصیہ ورق اپر ”خواجہ
 مسین الدین چشتی ہند الولی عطاے رسول“ اور پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم ”مرقوم ہے
 آغاز

بنام خداوند نام خدا
 سرا کر کہوں میں دے دم سدا
 عجب اسم او فرخ فرزند ہے
 جو کوئی اس کا ذکر سوا و زندہ ہے
 آغاز کتاب کے عنوان کے آخری اشعار یہ ہیں۔
 پو پنج گنج غایت کرے تیج الہ
 بفضل محمد رسالت یناہ
 دکن کے جو ہیں پیر شاہ نیرمان
 کہے دو ذرا سوں ہر انگ کو بیان
 ممکن وجہ اول توں یوں جانے
 دوم وجہ زکس کیرا ادعیان لے

ترجمہ

بفضل البنی علیہ السلام
 یو پنجہ گنج کا یہاں ہوا اختتام
 تمت تمام شد

(۲) ذکر جلی (درق ۲ ب سے شروع

یہ رسالہ بھی تصوف پر مگر شر میں ہے۔
 اللہ محمد کے راز رموز کیاں باتاں کسی
 نامحرم کی اچھے نابونہ اکبر بولیا تو کافر
 ہویکا سنیکا سو دیوانہ ہویکا کسی کوں
 سنا کر دیوانہ نہ کرنا ہو راپے بولکر کافر
 نہ ہونا۔ اول طالب سوں یوں شرط
 کرنا بعد از اسکوں ارشاد بولنا
 نظم (آگے مختصر سی نظم ہے)

خاتمہ

اے بار خدایا ارادت کر مجھ پر تاکہ تیرا کلام
 ذات میں فنا ہوں۔ اس سات تغزل
 سوں عارف الوجود کوں خدا کے حوالے
 کرے تاکہ اس میں شیطان داخل نہ ہوئے
 انشاء اللہ تعالیٰ امت تمام شد
 اسکے اقتضا کے بعد ورق ۲۰ پر چند ایسا فارسی اور کھنی زبان میں ج ہیں۔

(۱۶) پنچی باچھا (۶ب ۳)

اوراق ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ تقطیع ۸ x ۵۔ نستعلیق شکستہ آمیز خط
 آخر ناقص۔ نسخ کے نام اور سن کتابت کا پتہ نہیں چلتا۔

یہ ڈیفیسر گارسان دتاسی کے قول کے مطابق اس کا سن تصنیف ۱۷۱۵ء ہے۔ بلو تھک ڈراما گن لیا نڈش کیشل شافٹ میں اس کا جو نسخہ محفوظ ہے۔ اس سے اس کا سن تصنیف ۱۷۱۵ء ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اکثر نسخوں سے ۱۷۱۵ء سال تصنیف معلوم ہوتا ہے۔ جس کا پتہ ان کے آخری شعر سے چلتا ہے۔

جب کیا تاج کا دل میں حساب
تب ہوا میزان کیا خاصا کتاب

انڈیا آفس کے کتب خانہ میں اس کا جو نسخہ موجود ہے اس میں دوسرا مصرع یوں ہے۔

تب ہوا میزان میں یو خاصا کتاب

اس سے ۱۷۱۵ء تاریخ تصنیف نکلتی ہے اکتلاک آفری ہندوستانی میں اس کرٹس ص ۶۳ نمبر ۱۱۲ یہ تاریخ ”یو خاصا کتاب“ سے نکلتی ہے۔ لیکن بعض مخطوطات میں ۱۱۵۶ء کی جگہ ”کیا خاصا کتاب“ بھی لکھا ہے جس سے ۱۱۵۶ء سن نکلتا ہے۔
۱۷۱۵ء سن کے، شیخ دہبہ الدین دہلوی ہے جو کرنول کے باشندے تھے صوفیائے
تہذیب تھے دہلی میں کئی متویوں کے مصنف ہیں۔

(۱)۔ مثنوی تاریخ بانفسرا (۱۱۴۵ء) جو قیام دھار دور کے زمانہ میں اپنے
ایک صوفی منش دوسرے عبدالقدوس کے مرشد صادق کی فرمائش پر ایک کیمپ
افسانہ لکھ کر لکھی گئی۔

(۲)۔ مثنوی تحفہ عاشقان (۱۱۵۳ء) شیخ فرید الدین عطار کی مثنوی
”گل و ہریر“ کا ترجمہ ہے جو ”خسرو نامہ“ یا ”خسرو گل“ کے نام سے مشہور ہے
یہ ڈیفیسر لوم ہارٹ نے ریو اور ایتھے کے حوالہ سے ”پنجی باچھا“
کے مصنف کا تخلص ضعیف بتلایا ہے۔ جس کی سند میں وہ مثنوی مذکور کا یہ شعر

جی موافق فہم اپنے کے ضعیف
اس کتاب خاصہ کا نظم شریف
یہاں پروفیسر بلوم ہارٹ کو سہو ہو گیا ہے۔ دراصل ضعیف اس جگہ
فہم کی صفت آئی ہے۔ جو ذیل کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

تھا دلے جیوں فارسی میں یو کلام
کم سمجھ سکتے تھے اس کو خاص دعام
گرچہ میں بھی کچھ نہیں معنی تناس
کان میھے اس کے سمجھنے کا تیاں
لیکن اس کے دیکھ کر عجیب بول
یک بیک یور دل نے آیا کلول
جو موافق فہم اپنے کے ضعیف
اس کتاب خاص کا نظم شریف
قصہ کر دکھنی زبان میں لیکے آؤں
تا رہے دنیا نے میرا بھی ناؤں

(جی) کی جگہ جو ”اور“ خاصا ”کی جگہ خاص“ کتابت کے اختلافات

ہیں۔

اس مخطوطے میں خاتمہ کتاب کے عنوان سے بالکل پہلے اور سکندر
بادشاہ کی حکایت کے آخری شعر میں مصنف کتاب کا نام بنی باجھا ”بتلا نا ہے۔
(ورق ۱۵۰ اب)

خاتمہ کے عنوان کے تحت بالکل پہلے ہی شعر میں مصنف اپنا تخلص

وجدی بتلاتا ہے۔

شکر کردہ وجدی کہ بر وجہ صواب
ختم ہوئی توفیق حق سوں یہ کتاب
یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ مطبع حیدری کا ۱۲۸۲ء میں چھپا ہوا
نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں مصنف کا نام وجہ الدین لکھا ہے۔ ”بہی باجھا“
شیخ فرید الدین عطار ہی کی شاعری ”منطق الطیر“ کا ترجمہ ہے۔
اے بہی پیارے مستحق آواز کر
حمد سوں حق کے بلند آواز کر
شوق سوں ایسا اچایا سیک چھپا۔
جی رہے تر لوک کا عالم لو بھیا

خاتمہ

کا ایک ورق غائب ہے۔ کتاب بیکایک اس شعر پر ختم ہو جاتی ہے۔
لیکن اس کے دیکھ کر دل سوں یوں
یکلیک یوں دل سے آیا کلوں
دوسرے نسخوں میں اس کے بعد اور چار شعر یہ لکھے ہوئے ہیں۔
جیو موافق فہم اپنے کے ضعیف
اس کتاب خاص کا نظم فریفت
تعد کر دکھتی زباں میں لیکے آؤں
تارہے دنیا سے میڑ بھی ناؤں
اس سے یارب میرا ہوتا ہے کام
شکر ہے جو ہوئی بہی باجھا تمام

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب
تب ہوا میزان میں یہ غامض کتاب
یہی ہاتھ کے مختلف نسخے عام طور سے ملتے ہیں اس کا ایک ایک نسخہ
کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد دکن) میں بھی موجود ہے۔ (جلد دوم ص ۲۸۲ نمبر ۶۲)
اور ایک نسخہ انڈیا آفس میں (بوم ہارٹ ۱۲۱۷)

(۱۷) جذباتِ محمّری (۶ ب ۲۱)

اوراق ۲۲۱ - مطور ۱۴ - تقطیع $8 \frac{1}{4} \times 5 \frac{3}{4}$ خوشخط
تقدیقِ خدادادِ نورِ نورہ - کاندھلوی کا تب محمد یوسف تحریر
در ماہ شعبان المعظم بتاریخ بست و ہمدھم تہم مذکور ۱۲۲۹
ہجری - ہی کیلئے آیاتِ مگر کی بیکہ عالی جیور دی گئی ہے -
معنی کا صریح تخلصِ ندامتِ موات ہے فنِ تصوف میں دکنی ثنوی ہے۔
جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے -

حمد حق بس یہی ہے کھول زبان
بسم اللہ رحیم ہے رحمان
کس کا مقدر حمد بول سکے
آکھ اس پر کھول سکے

خاتمہ

کرے طالب جو اس کتاب کی میر

چاہو اللہ سے خاتمہ بالغیر

ترقیمہ

ایں کتاب جذبات محمدی در راہ شعبان المعظم
بتایخ بست ہفہم شہر مذکور ۱۲۸۵ھ تحریر یافت

(۱۸) جبل الوریڈ (۶ ب ۵)

اوراق ۱۳ - سطور ۱۵ - تقطیع $\frac{1}{4} \times 12 \times \frac{1}{4}$ ، نستعلیق خط

کاغذ نفیس رنگین ولایتی - کاتب وزیر علی سال تحریر ۱۲۸۵ھ

اس کے ساتھ مزید ۱۵ رسالہ فن تصوف کے فارسی زبان میں لکھے ہوئے
ایک جلد میں شامل موجود ہیں - یہ سب ایک ہی قسم کے کاغذ پر ایک ہی کاتب
نے لکھے ہوئے ہیں - دیگر پانچ رسالوں کے نام حسب ذیل ہیں -

(۱) عقائد صوفیہ (۲) عدائم خمسہ الشاہ فتح اللہ (۳) رسالہ دقاقہ -

(۴) مراۃ الوجود از محمد بن نور النعمانی المعفری الشیرازی (۵) نفس الرحمانی از
شیخ موسی بن شیخ داود -

سوائے ایک رسالہ کے باقی کسی میں کاتب کا نام یا مصنف کا نام

نہیں ملتا - پہلے رسالہ کی تاریخ تحریر ۱۲۸۵ھ جب سن ۱۲۸۵ھ ہے - دوسرے رسالہ بھی
قریب ہی زمانہ میں لکھے گئے ہوں گے - کاتب کا نام وزیر علی ہے -

جبل الوریڈ کے مصنف کا پتہ نہیں چلتا اس میں تمہید میں ایک جگہ

حرف اس قدر لکھا ہوا ہے کہ وہ "ایک خانماں آوارہ اور پیر و سنگیہ خشتی نغای سلیمان" (؟)

کامرید ہے" اور یہ رسالہ آپ ہی کی ارشاد کی تعمیل میں لکھا گیا ہے۔
رسالہ سلوک اور معرفت کے اعلیٰ رموز اور نکات کا مخزن ہے۔ جابجا
روح یا نقشوں کے ذریعہ مطلب کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس قسم
کے (۸۱) نقشے موجود ہیں۔

آغاز

معرض کرتا ہے بدہ ذلیل خاک راہ۔ اہل سلوک حق خوفہ
چین علوم محققان بزم ہدایت ہادی مطلق۔ بندہ بارگاہ مولانا
و مرشدنا و ہادینا حضرت پیر و سنگیر چشتی نظامی سیستانی سلمہ تعالیٰ
علی روس الخادین

خاتمہ

اب سالک دراصل خدا ہے۔ اور عبد اللہ مناسب ہے
ما خلقت الجن والانس الا ليعبدن کے یہ معنی ہیں اللہ تعالیٰ
سب بھائی مسلمانوں کو یہ توفیق عنایت فرمائے۔
آمین رب العالمین۔ تمت تمام شد

(۱۹)۔ خیالات صاؤل (۶ ب ۶)

اوراق ۹۲۔ مطبوعہ ۱۷۔ تقطیع $\frac{1}{4} \times 6$ نستعلیق خط تحریر
ہفتم شہر جمادی الاول روز سہشنبہ ۱۲۶۶۔ ساغ صفا دار
میر عابد علی مزید مصنف سالہ سال تصنیف کتاب ۱۳۳۳ھ

مقام تحریر شہر بنگلور

سلوک و معرفت میں شاہ امیر الدین قادری کی ثنوی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی تجویز ثنوی معنوی کی تقلید میں کئی دفتر لکھنے کی سعی لیکن صرف ایک دفتر (دفتر اول) باقی ہے۔ جو مکمل ہے۔ آخر ورق پر مصنف لکھا ہے۔

حتم کر کے دفتر اول رکھا
جب قلم اس راہ میں لکھنے سے تھکا
اور جو کچھ ہے میرے دلیس نہاں
پھر خدا چاہے تو بولوں کا عیان
مصنف نے تاریخ تصنیف کا بھی ایک شعر میں ذکر کیا ہے۔
بست پر تھے چار بارہ سو برس
جب اٹھی تھی دلیس میرے یہ ہوس

آغاز

اس ثنوی کا آغاز اسی دور کی اکثر کتابوں کے برخلاف راست بحث سے ہوتا ہے۔ تصوف اور اخلاق کے نکات کے درمیان کہیں کہیں جڑت دکھائی دیتی ہے۔
بھی بیان کئے گئے ہیں۔

اے بدلیسی جوڑے کچھ مات بول
بات کی کنہی سے دل کا قفل کھول
تا کہ یہ رین کالی سن کے بات
ہن کہانی کیوں کٹے تنہا یہ رات

”جوڑے“ کا جواب اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ وہ اپنی کہانی بیان کرتا ہے کہ کس طرزِ نیستی سے وہ عالم وجود میں آیا۔ اور دنیا کے بھٹیروں

میں پھنس گیا۔

خاتم

اور جو کچھ ہے میرے دلیں نہاں
مگر خدا چاہے تو بولوں گا عیاں
ورنہ رکھنا بھی کہ میرے ہاتھ پر
تم دعا کی خستہ ہے اس بات پر

ترقیمہ

بفضل اللہ تعالیٰ جل شانہ دفتر اول خیالات وصال کردہ تصنیف
مرشدی مولانا شاہ امیر الدین قادری قدسنا اللہ تعالیٰ بآ
سراجہم و افاض علینا من برکاتہم۔ ساکن احمد نگر و ارحمہم اللہ تعالیٰ
بتلخیص ہفتہ شہر جمادی الاول بروز شنبہ ۲۶ آہ نبوی بمقام
بہنگلو راز دست عامی پریمہامی جمعدار میر عابد علی نوشتہ شد۔

(۲۰۱)۔ رسالہ تادیب (۶ ب،)

دیگر رسائل

اوراق ۷۲۔ سطور ۱۵۔ تقطیع ۱۳ x ۱۷۔ خط خوبصورت

منقول پکنے و نایتی کاغذ پر۔ لوح سرخی کے

یہ تصوف کے چار نثری رسالوں کا مجموعہ ہے۔ جو ایک ہی طرز اور خط میں

لکھے گئے ہیں۔ ان کے مصنفین بھی جدا جدا ہیں مصنف کے نام یا کاتب کا پتہ ہر رسالے میں نہیں جلتا۔ عام خطوط کے برعکس ان میں سے کسی میں بھی ترقیہ نہیں ہے۔ اس لئے سن کتابت درج نہیں۔ ایک رسالہ میں ”من لکن“ کے کچھ شعر متن میں آگئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ”من لکن“ کے بعد کی تصنیف ہیں۔ ”من لکن“ سلا اللہ کی تصنیف ہے۔ ہر رسالے کا حال ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) رسالہ قادریہ۔ پہلا رسالہ اسی نام سے موسوم ہے۔ اس کی سُرخی ہے ”یہ رسالہ قادریہ حضرت دادا مرثیہ سید محمد شاہ میر قاسم سرہ“ بیان میں تنزیلات کے جوہر موافق بعض اصطلاح قادریہ کے فرمائے ہیں۔“

اس عبارت سے سرف اس قدر پتہ چل سکتا ہے کہ یہ رسالہ سید محمد شاہ میر کے ارشادات سے ہے۔ چونکہ بعض ساء اس قسم کے بھی دستیاب ہوئے ہیں جس میں مرشدین کے اقوال و ارشاد کو مریدوں نے اپنے طور پر ترتیب دیا ہے اس لئے یہ صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ رسالہ خود حضرت سید محمد شاہ میر کا مرتبہ ہے یا ان کے مریدوں میں سے کسی ایک کا

آغاز

”تثنا اور شکر سزاوار اس خدا کو جو انسان کو ایسی ذات و صفات کی معرفت سے مشرف کیا۔ اور اپنی توحید اور یگانگی کی خلعت عطا کیا“ اصل مبحث کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

”اول فرض بندہ مکلف برایاں ہے۔ اور ایمان کلمے سے

حاصل ہوتا ہے۔ یعنی کلمہ میں ایمان نہ آئی وحدانیت کا

اور محمد رسول اللہ کی رسالت کا ہے۔“

خاتمہ

معنی ششم در شریعت الاسعود الا اللہ در حقیقت لا تقصوا اللہ
در معرفت لا موجود الا اللہ

تمام شد (ورق ۱۷)

(۲) دوسرے رسالے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام آنحضرت او نامے ندارد

بہر نامے کہ خوانی سر برارد

یعنی ابتدا اس کے نام سے ہے جو ایک نام نہیں رکھتا۔ بلکہ میں نام
سے تو اسے بلا دیکھا سراٹھا دیکھا۔ یعنی جواب دیکھا۔

بیاں اس میں ہے پیراں کے ادب کا

مریداں کے سعادت کے کسب کا

ہی کتاب کا موضوع بھی ہے۔

خاتمہ

یعنی جس وقت بس مال میں کہ قبر میں ہے۔ مجلس میں بھی

ہے اور اسلی علیین میں بھی ہے ادب سوائے اس کے

بہت ہے لیکن اتنے بھی مرید کو کافی ہیں۔ والسلام

(ورق ۲۸ ب)

اس رسالے کی اہمیت زیادہ تر یہ ہے کہ اس میں مصنف نے حضرت

خواجہ بندہ نواز کی کتاب ”خاتم کتاب“ حضرت شیخ محمد کی کتاب ”بحر الاسرار“

حضرت شیخ نصیر الدین کی کتاب ”ملفوظ“ اور شاہ اشرف جہاں گیر سمنانی کی

کتاب ”الکشف اشرف“ کے جا بجا حوالے دئے ہیں۔

(۱۳)۔ رسالے کی سُرخی ہے۔

”رسالہ مرشدنا حضرت سید جلال الدین المتخلص باکمل مظلہ العالی
مقصود السالکین۔ من تصنیف معزالیہ مظلہ العالی رب یسر
وتمم بالخیر ویتقین

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالے کے مصنف حضرت سید جلال الدین ہیں اسکا
موضوع بھی تصوف ہے۔ ابتدا منظوم حمد سے ہوتی ہے۔

کردوں حمد خدا یہ دم ہے کہاں
یہ لب دلہجو اور فہم ہے کہاں
کس طرح یہ تنہا رستم ہونا
دست اور لوح اور فلم ہے کہاں

حمد کے بعد منظوم مناجات بدرگاہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہوتی
ہے اور پھر اصل محبت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

”اے طالبو تم جو سیر کرنے والے سیر الی اللہ اور فی اللہ اور باللہ
اور مع اللہ کے ہیں واسطے سالکان راہ حق کے اور طالبان
دیدار مطلق کے پانچ راہ چار منزل اور ایک مقام مقرر کئے ہیں“

درق ۳۳ ب کے حاشیہ پر کمال الدین چشتی کے یہ شعر نقل کئے ہوئے ہیں۔

تو اپنے یار کا جب ہوئے یار الہیہ
تو یار ہوئے تیرا دوست دار الہیہ
اگر ہوس ہے جو مذکور ہوئے ایذا کر
خدا کی یاد میں خود کو بسار الہیہ
مراد بعد سے غفلت ہے ورنہ یوستہ ہے

ہے تجھ سے یار تیرا ہمکنار الہیۃ
 ورق ۳۸ د پر حضرت مرشد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عنوان سے یہ شمار
 لکھے ہوئے ہیں۔

جن کو اہل شہود کہتے ہیں
 ذات یک دو وجود کہتے ہیں
 ذات تو دو ہیں مگر ایک وجود
 یک ہے وہ وجود خدا کا ہے وجود

ورق ۳۹ ب اور ۲۵ د ب کے حاشیہ میں اردو نظم اور نثر سے
 اصل مطلب کی توضیح کی گئی ہے۔

ورق ۵۳ د ۴۴ د ب پر ایک ”غنی“ اختلافات آں کہ دراصل
 یک است مسئلہ کے ہر شے ”مطلق“ کے عنوان سے لکھی گئی ہے جس کی ابتدا
 اس طرح ہوتی ہے۔

میں خہنشاہ ہوں اور میں درویش
 میں ہوں دانشاؤ اور میں دلریش
 میں سکندر ہوں اور میں دارا
 میرا محکوم ہے جہاں سارا
 ورق ۵۶ د پ ”من لکن“ کی تین ایات مرقوم ہیں۔

خاتمہ

جواہر تھا وہ آخر ہوا یعنی اس دائرے میں جو ذات کے
 مذکور ہوا دل عقل کل ہے عین آخر کا جو انسان ہے ہوا یعنی
 حقیقت عقل کل صورت سے انسان کے تمام ہوئی اور

منظہر اور ظاہر ایک ہوا اور نقطہ آخر ساتھ اول کے متصل ہوا
اور کمال تمام بیچ پیدائش انسان کمال کے ظاہر ہوا

(۴) رسالہ - اس کا آغاز یوں ہوا ہے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد خدائے لوح و قلم
جس سے پائے نمود نقش عدم
اس کو کہتے ہیں احمد بے یم
جس کی درگہ ہے واجب التعلیم

اس منظوم حمد کے بعد سے ترش شروع ہوتی ہے۔ درق ۱۰۱ پر "یعنی عربی
بیت کے یہ دھنی بولا گیا ہے" کی سرخی کے تحت مصنف نے اپنی عربی بیت اور
اس کا اردو ترجمہ شعر ہی میں لکھا ہے -

اکملان کمنت محتاج الذلیل
حبک اللہ نفس الوکیل

گرچہ لے اکس ہے تو محتاج و ذلیل
بس ہے تیرے تئیں اللہ غنی نیک وکیل
اس کے بعد ہی یہ تحریر ہے -

بہ طفیل محمد عربی
ختم پایا رسالہ درقی
عربی سے تھا ایک درق بہ تمام

ہوا ہندی میں اتنا طول کلام
آگے مزید چار اشعار کے بعد مناجات شروع ہوتی ہے جو ورق ۱۷ ب
کے وسط میں ختم ہو جاتی ہے۔

ورق ۱۷ کی تیسری سطر سے ”دعوت اسمائے حسینی“ فارسی میں شروع
ہو چکے ہیں۔ اور اسی پر رسالہ ختم ہوتا ہے۔
ادیر گزے ہوئے اشعار سے یہ قیاس قائم ہوتا ہے کہ غالباً یہ رسالہ
کسی عربی رسلے کا ترجمہ ہے۔

آخری عبارت یہ ہے۔

بسم اللہ الکیہ آعوذ باللہ

الغظیم من کل عرق ومن شر خیر النار۔

رواہ ترمذی (ورق ۱۷ ب)

(۲۱) من لکن (۶ ب ۸)

اوراق ۵۹ سطور ۱۲-۱۷ تقطیع $\frac{2}{3} \times \frac{3}{4}$ ۲۳ ۲۴ دو طرح کے
خطیں۔ اگلا حصہ نسخ میں ہے۔ اور آخری تعلق میں نہ
کتابت غالباً ۱۱۲۱ھ کا تب حسین صاحب غلام احمد ولد

غلام محمد حسین

غٹوی ”من لکن“ کے مصنف دکن کے ایک مشہور صوفی بزرگ قاضی محمد محمود
بحری ہیں۔ ان کا نام قاضی محمود ہے۔ مگر بحری کے لقب سے مشہور تھے۔

ان کے والد کا نام بجا الدین تھا اور لوگوں میں ”قاضی دریا“ کے لقب سے مشہور تھے۔ ترقیمہ کی عبارت سے جس طرح ظاہر ہوتا ہے۔ محمود بھری قصبہ گوگی کے متوطن تھے جو نصرت آباد کے مضافات میں واقع ہے۔ ان کی ولادت یہیں ہوئی اور ۱۰۹۵ھ تک یہاں رہنے کے بعد بیجا پور چلے گئے تھے جہاں سکندر عادل شاہ (۱۰۸۳ء - ۹۷ء) کے دربار سے تعلق ہو گیا۔ ان کے پوچھنے کے دو سال بعد ہی بیجا پور کی سلطنت تباہ ہو گئی یہ ۱۰۹۶ء میں حیدر آباد چلے آئے۔ فارسی اور اردو میں ان کی متعدد تصنیفات مثنویوں غزلوں رباعیوں اور قصائد پر مشتمل تھیں۔ جو بیجا پور سے حیدر آباد کے سفر کے دوران میں قزاقوں کے حملہ سے تباہ ہو گئیں۔ ”من لگن“ کا ترجمہ مصنف نے فارسی میں بھی ”عروس عرفان“ کے نام سے کیا تھا۔ اس کے خاتمے میں اپنے واقعات خود بھری نے بیان کئے ہیں۔ اس مخطوطے میں ان کی تصنیفات سے کچھ اجزا باقی رہ گئے ہیں جن کا تفصیلی ذکر نیچے آئیگا۔

مثنوی ”من لگن“ شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں تصنیف ہوئی تھی چنانچہ اس کے ابتدائی حصہ میں ایک باضابطہ عنوان عالمگیر کی مدح میں قائم کیا گیا ہے۔ (درق ۸ ب)

”من لگن“ کا موضوع تصوف ہے۔ اس کی زبان کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہندی الفاظ کثرت کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں۔ مشکل اور غیر الفہم الفاظ بھی بیکھڑ ہیں۔ اسی وجہ سے اور اس کتاب کی ہر دلعزیزی کے مد نظر سید شاہ اسماعیل بن سید شاہ احمد القادری نے نواب شہامت جنگ بہادر کے ایما سے اس کے مشکل اور غلط الفاظ کا ایک حل و رارت ”من لگن“ کے نام سے لکھا ہے۔

۱۔ عروس عرفان کا ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے (جلد اول ص ۲۵۴ ۲۵۹ نمبر ۲)
 ۲۔ ”فرہنگ من لگن“ کے نام کا ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی میں موجود ہے (ملاحظہ ہو فہرست جلد دوم ص ۱۴۶۸ نمبر ۲۸۹)

”من لگن“ کئی بار چھپ چکی ہے۔
آمناز

اے روپ ترا رتی رتی ہے
پر بت پر بت بیتی بیتی ہے
پر بت میں اوک نہ کم بیتی میں
یکساں ہے اس اور بیتی میں

خاتمہ

خاموش کوں بولتے پرس ہے
کہتے کوں کہیں کہ بواہوس ہے
یوجیا عبث ہوس کے تئیں ہوش
کر ہوش ہوس بھی نہ ہوش
رکھہ اصل یہ بست نہ جھاؤں اوپر
کر ختم خدا کے نادوں اوپر

(۲) اس مثنوی کے ساتھ ”بنکاب نامہ“ کے صرف آخری دو اوراق باقی
رہ گئے ہیں جو نسخی خط میں ہے۔ زبان ”من لگن“ سے ملتی جلتی ہے۔ جام (فصل)
دوم اور ششم کے کچھ حصے اور جام سوم چارم پنجم مکمل موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ
یہ بھی تصوف پر ایک رسالہ تھا۔ اس میں معرفت کو شاعر ”بنکاب“ (بھنگ آب
آب بھنگ) سے تعبیر کرتا ہے اور اس طرح اس کے خواص اور کیفیتیں بیان کرتا جاتا ہے پہلی ہستہ ہر۔

یار ہو یاں بنک نہ یاں آب ہے
دنک نہ ہونا کہ یہ بنکاب ہے

آخری بیت یہ ہے۔

نہن تری جام ہے بنگاب کی
مشک کی مانند نہ (ہے) آب کی

اس کے خاتمہ کے بعد چہارہ معصوم کے نام لکھے ہوئے ہیں۔

(۳۳) ایک کتابی متنوی درج ۶۲۔ سے شروع ہوتی ہے جو بحری کی تصنیف ہے۔

اس میں سکر کے ایک عاشق حق محمد وارث کا دالہا نہ قصہ بیان کیا ہے۔

محمد وارث ہند پر عشق میں سکر کی ایک بھاڑی سے گر کر جان دیتا ہے۔ اس متنوی

میں ورق ۶۸ ب پر مصنف کا تخلص آیا ہے۔

بحری اس مرگ از خدا بطلب

کہ ہمیں مرگ وصل راست سبب

یہ متنوی ۶۸ ب پر ختم ہو جاتی ہے۔

محمد وارث کی جانبازی کا واقعہ مصنف کے قول کے مطابق ۱۱۲۴ھ کا ہے۔ اور

اس لئے یہ متنوی ۱۱۲۴ھ کے قریب ہی کی تصنیف ہے ورق ۶۷ کے وسط سے ۶۹ ب

تک کچھ عبارت سلوک اور معرفت کے مسائل سے متعلق درج ہے جسکی ابتدا اسطرح ہوتی ہے۔

... محمودانک کہ آنے کے اوپر دیکھنا ... نور ...

نظر آتا تو اس نور میں اپنے پیر کی صورت دیکھنا۔

(یہ حصہ کرم خوردہ اور ضائع شدہ ہے)

(۳۴) ورق ۹۷ ب اور ۱۰۰ ل پر سکندر عادل شاہ کی خدمت میں جو فارسی

متنوی اپنے افلاس کے متعلق محمود بحری نے لکھی تھی درج ہے۔ اس میں بادشاہ

سے درخواست کی گئی ہے کہ ایک ”وہ بزرگ“ مجھے عطا کرے تاکہ زندگی آرام سے

لے۔ ”بنگاب نامہ“ کلکٹ کل مخطوطات میں محفوظ ہے۔ (رسالہ اردو جلد ۴ ص ۲۲۵)

بسر ہو۔

(۵) ورق ۱۷ پر متفرق فارسی عبارتیں درج ہیں جن میں ایک بے نقطہ فارسی خط ہے۔ جو ملاو اور کے نام لکھا گیا ہے۔

(۶) ورق ۱۷ ب پر ”مسہور لے“ کے نام ایک خط لکھا ہوا ہے جس میں ان کی والدہ کے اسقاط حمل سے انتقال کر جانے پر تعزیت کی گئی ہے۔ یہ خط ماتم ہے۔ بیچ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رائے صاحب کم عمر اور غالباً بحری کے شاگرد ہونگے۔

(۷) ورق ۲۷ ب پر ”نسل نامہ حاجی نبی آدم حضرت شاہ چیتا اور شاہ نور عالم قدس سرہ العزیز قائم مقام گوگی من کلام محمود بحری“ کے عنوان سے طویل فارسی نظم درج ہے جو ورق ۶۴ پر ختم ہوتی ہے۔ ورق ۴۷ ب سے فارسی نظم و شعر کے ایک رسالے کا آغاز ہوتا ہے جس کا عنوان ”سُرخِی سے لکھا ہوا ہے لیکن صاف طور پر پڑھا نہیں جاتا۔ ”یا مباحج المصنوعات“ دکھائی دیتا ہے۔ اس میں ”برگ تمباکو“ اور ”گندراج“ کی تعریف نہایت صوفیانہ انداز میں اسی طرح لکھی گئی ہے جس طرح پچھلے ”برگاب“ کے رسالے میں بھنگ کی (۸) ورق ۸۶ ب پر قصیدہ من کلام محمود بحری سلمہ اللہ کے عنوان سے چند نسلخ فارسی زبان میں لکھے ہوئے ہیں۔ ”سلمہ اللہ“ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کی کتابت کے وقت بحری زندہ تھے۔

(۹) ورق ۸۹ ب اور ۹۰ پر حضرت صوفی سرسرت اسد الاولیا ساکن بکر کا نسل نامہ درج ہے۔

۱۷۔ پورا نام شاہ چیتا جمعی ہے جو قصبہ گوگی کے نزدیک تھے (لاحظہ ہو محبوب ذی الحسن تذکرہ اولیاگوں جلد اول ص ۲۵۲-۲۵۳)

۱۸۔ حالات لفظ ہوں محبوب ذی الحسن تذکرہ اولیاگوں دکن جلد اول ص ۴۶-۶۱

(۱۰) ورق ۹۰ ب سے ایک ثنوی فارسی زبان میں اس عنوان سے لکھی ہے
 ”ابن نامہ بطریق ثنوی و جواب عزیز نکست زبند اس نوشتہ“
 اسی ثنوی میں ”ارت زماہ سینے خان کا حال لکھا ہے کہ وہ درویشوں کی عید
 خدمت اور دلچسپی کرتا ہے۔ لیکن میری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے مجھے
 سخت تکلیف ہے۔“

(۱۱) ورق ۹۲ ل سے ایک نئی فارسی ثنوی ”در شکایت ملک سکر از محو بحری
 غفر اللہ ذنبہ“ شروع ہوتی ہے جس میں تہرہ حال اور اس کی صمن میں ”گنبد عادل شاہ
 کلاں“ ”مسجد جامع“ کا ذکر آتا ہے اس ثنوی میں سکر کی قطعات کی تکالیف کا ذکر
 ہے۔ یہ ثنوی ورق ۹۲ ل پر ختم ہو جاتی ہے۔

(۱۲) ورق ۹۸ ب سے محمود بحری کی فارسی نظموں اور غزلوں کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ
 مجموعہ ۱۱۵ ل پر ختم ہو جاتا ہے۔ آخر میں ”روح نامہ یا روح نباتی“ کے خواص درج
 ہیں۔

یہ مخطوطہ ورق ۱۶۴ ب پر ختم ہوتا ہے۔ اس پر کی تفصیل سے اس مخطوطہ
 کی اہمیت کا کما حقہ انداز ہو جاتا ہے۔ یہ مخطوطہ قاضی محمود بحری کے فارسی اور اردو
 کلام کے کچھ حصوں کا مجموعہ ہے جو انٹر محققین کے پاس اب تک نایاب تصور ہو رہا
 ہے۔ اس مخطوطہ کے متفرق بیانات سے خود بحری کی زندگی پر کچھ کچھ روشنی پڑ سکتی ہے
 اور بعض واقعات سے شبہ ہوتا ہے کہ غالباً یہ خود اس کی زندگی میں لکھا گیا ہو گا۔
 محمد وارث عاشق حق متوطن سکر کی قندی سے معلوم ہوتا ہے کہ
 بحری ۱۲۴۳ھ کے بعد تک زندہ تھے۔ اور ۱۲۴۳ھ میں بمقام گوکی انتقال کیا
 وہیں ان کا مزار ہے۔

ترتیب

تمام شد رسالہ ”من لکن“ من تصنیف تاضی محمود دھری لکن
گوگی متعلق سکر پینے طلقہ نصرت آباد چونکہ بہ خطاط داشت
متوطن گوگی مذکور رسالہ ”من لکن“ نیم کتاب از دست
حسین صاحب تحریر یافت و نصف رسالہ سید غلام احمد
ولد غلام محمد حسین بکاک معجزہ از بر صفحہ اعجاز کاش یافت
واقعہ تبایخ مہمد تم شہر ذیقعدہ روز شنبہ بوت دو بہر صورت اہتمام یافت
سناۃ ہجری ۱۲۳۵ (غالباً ۱۲۳۵ء)
(۲۳) من لکن - (۱۹۶۶)

اوراق ۷۱ - سطور ۱۳ - تقطیع $\frac{1}{4} \times 8 \times 4$ شکستہ آمیزہ نستعلیق خط
عنوانات سُرخ کے - دیسی کاغذ - آب زدہ - مکتوبہ سناۃ

مقام رانی بیٹھ (صورت) نسخہ محمد مرتضیٰ

من لکن کا ایک اور مکمل نسخہ ہے - جو غالباً عرصہ تک کسی کے مطالعہ
میں رہ چکا ہے - شکل الفاظ کے معنی جا بجا تحت لفظ یا حاشیہ پر پینل سے
لکھے ہوئے ہیں -

آخری شعر یہ ہے -

”رکہ اہل یہ چیت نہ جھاموں اویر

کر ختم خدا کی نازیباں اویر

ترتیب

کتاب رسالہ من لکن حسب فرمائش معروف خطاط عاصی یرمعی
محمد مرتضیٰ بردر پنجشنبہ بست و پنجم صفر المغفر ۱۲۳۳ ہجری نبوی
در مقام رانی بیٹھ صورت انصرام یافت

تاریخ

(۲۳) روضۃ الاطہار (۲ ج ۱)

اوراق ۳۲۲۔ سطر ۱۰ تا ۳۱۳ تقطیع ۱/۸ x ۸ شگفتہ آمیز
سستعلیق خط کرم خوردہ۔

اہل بیت اطہار کے حالات خصوصاً تہجدات امام حسین علیہ السلام کے واقعات پر دکنی فنوی ہے۔ یہ جو نوازش علی تہجد کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کا سن تصنیف ۱۱۸۲ھ ہے۔ نوازش علی شہداء دکن کے مشہور شاعر اور مرثیہ گو تھے۔

بڑا تجھ مرثیوں کا جکس ہے دہم

محبانچی کلایا دکنوں جیوں موم

(سبب تالیف کتاب)

ان کا زمانہ ملی اور رنگ آمادی اور سراج کا زمانہ ہے۔ شہیدائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری بھی فنوی میں لکھی ہے۔ جس کا نام ”اعجازی احمدی“ ہے اور دو جلدوں میں ہے۔ ”اعجاز احمدی“ کا تصنیف ۱۱۸۲ھ

ہے۔ ۱ ملاحظہ ہو نمبر ۲۹ فہرست ہذا ۱

روضۃ الاطہار۔ شیدا کی دوسری تصنیف ہے جس کے سال تصنیف کے متعلق وہ کہتے ہیں۔

ہوا جب ختم یو منمون ماتم
کہا تاریخ ہاتف مجاہد س غم
کیا چاہو تم آسانی سے ازبر
اگیارہ سو برس تھا تب یہ بہتر

غالباً یہ کاتب کی غلطی ہے۔ ”مجلس غم“ سے ۱۱۷۳ اعداد تک میں اردو میں غالباً سیوا (باشندے گلبرگہ کے جو علی عادل شاہ ثانی کے معاصر تھے) نے سب سے پہلے کربلا کے واقعات پر مشتمل فارسی مثنوی ”روضۃ الشہداء“ کا ترجمہ کیا (۱۰۹۲) محمد فیاض دلی دکنی نے ۱۱۰۹ میں اس مثنوی کا نظم میں ترجمہ کیا تھا چونکہ ”روضۃ الاطہار“ کا ترجمہ اس کے بعد ہوا تھا اغلب قیاس یہ ہے کہ اس مثنوی کے لکھنے کے وقت یہ دونوں کارنامے خصوصاً دلی کا ترجمہ ”روضۃ الشہداء“ شیدا کے سامنے موجود تھا۔ ڈاکٹر ہرن ایچھے نے اپنی فہرست (نمبر ۱۶۲) میں اس کے عنوانات نقل کئے ہیں۔ ان کو ”روضۃ الاطہار“ کے عنوانات ملا کر پڑھنے سے دونوں میں ایک بڑی حد تک مطابقت معلوم ہوتی ہے۔ ذیل کی ابیات میں مشابہت بھی قابل مشاہدہ ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا حال

۱۵۔ اردوئے قدیم ص ۶۷، آرمیات دسواں اڈیشن ص ۷۹
۱۶۔ بریلو م ہارٹ کا خیال ہے کہ ”روضۃ الشہداء“ کا دلی اورنگ آباد نے بھی ترجمہ کیا تھا۔ چنانچہ اسکے ثبوت میں وہ لکھتے ہیں کہ کتب خانہ انڈیا آفس میں محفوظ مخطوطہ کے مدق ۷۷ پر ایک جگہ مصنف ایسا نام ولی شاہ لکھا ہے۔ اور دہلی اورنگ آبادی کا نام شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں (جلوم ہارٹ نمبر ۱۱۲)

اکیارہ سو اوپر تھا تیسواں سال
 (روضۂ اشہد دلی دکنی - انڈیا آفس نمبر ۱۱۲)
 کیا چاہو تم آسانی سے ازبر
 اکیارہ سو برس تھا تب یہ بہتر
 (روضۃ الاطہار - ورق ۲۱ ب)

مخطوط کے ورق اب پر سلام درج ہے مثنوی حمید سے شروع ہوتی ہے
 حمد کے بعد نعت اور سبب تالیف کتاب کے دو عنوان ہیں۔ سبب تالیف
 میں لکھتے ہیں

ہوا ایک دل مجھے الہام از غیب
 کہ ہوں حسنین کا شیوا بے لاسب
 بڑا تجھ مرثیوں کا جگمگ بے دہم
 محبا کی کھلایا دل توں بیوں موم
 کتاب اک توں بنا ہندی زباں سوا
 انہیاں عالم کے کراںجھوں سے جوں بچا

حمد کے تیرہ اشعار کے بعد متن نشان (۴) ڈالکر مثنوی پندیل کے سات
 شعر لکھ دے گئے ہیں۔

شروع جب میں کیا مضمون الم کا
 پڑھا اس درد سے سینہ قلم کا
 لکھا لکھنے سیاہی سے قلم پھر
 سن جری تھا گیارہ سو بھتر
 ریاست تھی سو اس ملک دکن کے

نظام الملک آصف انجمن کے
 نظام الملک کا فرزند دلہند
 صفات ذات اسکا ہر خلیفہ
 نظام الدولہ اسکا نام بیگا
 وہ کیسا فید یہ نام بیگا
 سنے تانہ تختن کا تہہ ہو کر یاں
 جانا غم کے ہے شش یو پنہاں
 تفسیق یجتہن کے اس خاوند
 توں رکھ آباد سکوں اسکے فرزند

لیکن یہ اشعار متن سے مختلف اور کسی بعد کے قلم کا اضافہ معلوم ہوتے
 زبان کے لحاظ سے بھی ان اشعار میں "اصول" کے اشعار میں بے حد فرق ہے۔
 سب سے اہم بات یہ ہے کہ "اصول" کے عنوان میں جس جگہ بھرتی کئے گئے
 ہیں۔ وہ قیم آئے۔ اور ان کی عام طرز کے اصل مداف ہے۔ خصوصاً مصنف نے
 سبب تالیف کتاب کا ایک عمدہ "انعام" لیا ہے۔ جہاں ان خیالات کا اظہار
 عموماً کیا جاتا ہے۔ تفصیل یہ ہے۔

مجلس اول۔ درذات سیدنا نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
 مجلس دوم۔ درذات سیدۃ النساء الطہرۃ الزہراء علیہا السلام۔
 مجلس سوم۔ ولادت زین العابدین۔ ولادت و شہادت اسد اللہ الغالب۔
 مجلس چہارم۔ در بیان ولادت و شہادت ثانی قرۃ العین محسنہ مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین علیہ السلام۔
 مجلس پنجم۔ ولادت با سعادت حضرت سید الشہداء امام سعد و توجہ

نورین بک منظر و فرستان سید علیل مسلم بن عقیل سمت کو ذرہ
شہادت یافتن۔

مجلس ششم شہادت ہر دو مظلوم یعنی تمیمان سید علیل مسلم عقیل۔
مجلس ہفتم وجہ نورن امام آفاق سوئے عراق و شہادت حر و فرزند ان
مجلس ہشتم شہادت موالیاں بجنوریہ الشہدا
مجلس نهم شہادت مظلومان یعنی شاہ قاسم و حضرت عباس ماتی
برادران و برادر زادہا و ہمیشہ برادہائے امام
مجلس دہم شہادت امام حسین و علی اکبر و علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مجلس اربعہم سیدان سربراہ شہیدان اہل بیت بکونہ وغیرہ۔
مجلس ہزیمہ رفتن اہل بیت بر ملک شام و سوال جواب بایزید و حضرت
امام زین العابدین وغیرہ۔

مجلس اولی کا آغاز حمد تبارک و تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ یہیں مصنف نے
کتاب کا نام بھی ظاہر کیا ہے۔

اولیٰ حمد خدا سے جو سرفراز
کندوں میں روختہ الاطہار آغاز
دو عالم نام پر اس کے ہے خیدا
نہارت کا کیا عالم وہ پیدا
سبب تالیف کتاب میں لکھتے ہیں۔

رکھیا جوں روختہ الاطہار کہ نام
کہ پڑھکر اس کو روئیں خاص اور عام
حمد کے تیرہ اشعار کے بعد۔ سے نعمت شروع ہوتی ہے۔ اختتام کا قصہ

بارہویں مجلس۔ میں شریک ہے۔ اس کے لئے کوئی نیا عنوان قائم نہیں کیا۔

بحق پیارده معصوم ایجاب

مرے کو شہر والوں میں یہ آباد

دکن میں کہ مجھے مفصل سے سن رہا

سخن کہیں میرے کمر مقبول مشہور

ہزاراں سے دروہاں اور تحیت

بی پر اور ان کی و میں عفت

تقت تمام شد

(۲۲). ظفر نامہ مخمّر حنیف (۲۲)

اوراق ۹۴۔ سطور ۱۵۔ تقطیع $\frac{1}{4}$ ۔ ۸۷۔ استعینق خط

صفحات پر سُرخی سے آتش کے خواب کھینچے ہوئے ہیں۔

غالباً یہ محمد عاشق کی فارسی مقبول ۱۱۰۱ھ میں ہونے والی خطاطی ہے اس کی رو سے یہ ۱۱۰۱ھ

۱۰۹۷ء کا بھٹی ترجمہ سے جو ۱۰۹۵ء میں تصدیق کیا گیا، یہو کے خیال کے مطابق لطیف کا لقب

مفتاح العاشقین ہے اور غالباً غلام علیؒ سے اس نظم کو سلطان ابوالحسن تمانا شاہ

(سن ۱۰۰۲) کے نام سے معنوں کیا۔ انڈیا آفس میں اس کا ایک مختص ترجمہ

بھی موجود ہے (۱)۔ اس کا موضوع محمد بن علی کی شہادت کے حالات

ہیں اس کا دوسرا نام رپو کے تلمابنی "جنگ نامہ محمد حنیف" ہے۔

پہنچا

کہوں جنگ ایک شاہ فیروزی زمان
 حسین شاہ ابن علی بسد ازان
 سو اس شاہ کا ادعرب بھائی تھا
 ابا یک ہو رہا بھائی دو مائی تھا
 سو اس ناؤں شامی محمد حنیف
 کہ جسکوں نبی سا ہے جد حنیف

خاتمہ

محمد حنیف کوں دیکھے خواب میں
 دیکھے تو ہے غمکین در باب میں
 رخصتا ہے نہٹ غم میں آزاد ہو
 سراقاں میں اپنی سو پرورد ہو

ترقیمہ نہیں ہے۔ جہاں کتاب ختم ہوتی ہے حاشیہ پر (۲۶۲-۴)
 کا عدد لکھا ہوا ہے یہ ابیات کی تعداد ہے۔ چنانچہ آخر میں جلد کے اندرونی رخ پر
 اس کی صراحت اس طرح کی گئی ہے۔

”دو ہزار سات سو بیس چاریں“ صفحہ کے آخر میں ”تمت تمام“ سرخی سے

لکھا ہوا ہے۔

(۲۵)۔ نفحات الشہداء (۲ ح ۲)

یا
 نفحات الشہاد

اوراق ۸۷ سطور ۱۱ تقطیع $\frac{1}{4} \times 6 \times \frac{3}{4}$ ہر خطہ ۱۱۰

سرخی کے سنہ تحریر ۱۲۸۱ سنلخ کا نام موجود نہیں ہے
سن تصنیف ۱۲۸۰ ہجری ہے۔

اس کے مصنف غلام غوث سالک ہیں۔

ہے سالک گنہگار و عاجز مدام

مگر غوث کے گھر کا ہے وہ غلام

ایک ضخیم منظوم مثنوی ہے جس میں اہلبیت اطہار کی شہادتوں کے
حالات بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب دس بزم (فصلوں) پر منقسم ہے۔ معمولی حمد
اور نعت کے بعد اصل مضمون کتاب کا آغاز ہوتا ہے پہلی بزم امین اہل بیت
کبار کی بزرگی و دوسری میں ولادت حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا تیسری بزم
میں حضرت علی مرتضیٰ کی شہادت کا حال چوتھی میں امام حسن اور امام حسین علیہم السلام
کی ولادت یا پنجویں بزم میں آنحضرت کی ناز برداری چھٹی بزم میں دونوں اماموں کی
شہادت کے حال سے آنحضرت کا واقف ہونا اور امام حسن علیہ السلام کی شہادت
کے واقعات ساتویں اور اٹھویں بزم میں یزید بن معاویہ کے حضرت امام حسین علیہ السلام
کو طلب کرنے کے واقعات نویں بزم میں حضرت امام کے عراق تشریف لے جانے
اور شہادت کبھری پالنے اور آخری بزم میں یزید کے دربار میں اہل بیت کبار کے
پسماندوں کے جانے کے حالات درج ہیں۔

آغاز

ثنا تیری کیونکر ہو اے کبریا

ہے جس جائے قاصر بھی انبیا

ہر ایک ہوئے تن ہوئے اپنی زبانا

نہ کامل ثنا ہوئے تیری بیان

خاتمہ

ہے سالک گنہگار و عاجز مدام
مگر غوث کے گھر کا ہے وہ غلام
آخر میں پانچ تاریخی قطعات ہیں جن میں سے پہلا اور آخری مصنف کی فکر کا
نتیجہ ہے دو پیر علی عازم اور ایک سید بہاؤ الدین محبت کا قطعہ ہے آخری قطعہ یہ ہے۔
ختم جس وقت پر کتاب ہوئی
دل کو تاریخ کا خیال آیا
رو رو کھنے لگا یہ دل مجھ کو
سر آل نبی ہوا ہے جدا
لکھدے روئے یقین اے سالک
ہے یہ غننامہ آل احمد کا
ترقیمہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

”تمام شد کتاب نفعات الشہادت بتلخیص چارم ماہ جمادی الاول
۱۲۵۸ھ روز چہار شنبہ حسب فرمائش محمد قاسم سزا

ب تلخیص مقامی

(۲۶) [تاریخ سلطنتہ بہمنیہ] (۵۲۴)

(نا مکمل)

ادراق ۳۵۔ سطور ۱۲۷۔ تقطیع $\frac{1}{4} \times 1 \frac{3}{4}$ ۔ شکستہ آئینہ نستعلیق خط
دوبی کا قد نسخ سن کتابت مصنف اور سن تصنیف میں سے

کسی امر کا ذکر موجود نہیں ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ مصنف کے سامنے ابھی مسودے کی شکل میں تھا۔ نہ صرف یہی کہ یہ مکمل نہیں ہے بلکہ کثرت اشعار اور مصرعے قلمزد کئے گئے ہیں اور ان کی جگہ اسی خط میں نئے اشعار اور مصرعے لکھ کر اگلے اشعار اور مصرعوں کی اصلاح کی گئی ہے اس سے یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ یہ مصنف ہی کی تحریر ہے بعض جگہ حاشیہ پر بھی اشعار زیادہ کئے گئے ہیں۔ زبان کے اعتبار سے یہ مخطوطہ انیسویں صدی عیسوی کی تصنیف معلوم ہوتا ہے۔

سلطنت بہمنیہ کے حکمرانوں پر لکھنے سے پہلے ایک عنوان ”ذکر سلطنت سلطان محمود غزنوی“ کا قائم کیا گیا ہے۔ جس میں سلطان کے حالات درج ہیں اس حصے کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

سلاطین اسلام کا سرگرد

جواں مرد اور تیر دل باشکوہ

تھا سلطان محمود اک غزنوی

دلھاتا تھا وہ صولت خسری

اس کے آگے ہندوستان میں اس کی جنگوں کے واقعات تلخی دار

اور تفصیلاً درج کئے گئے ہیں۔ آخر میں سونماں کی فتح کا ذکر کیا گیا ہے۔

آخری شعر ہے۔

وہ ہے۔ قصر فیروز ہے اشتباہ

اسی میں ہوا دفن بادشاہ

سلطان محمود غزنوی کے حالات ختم کرنے کے بعد مصنف حمد اور نعت

کے ابواب سے سلاطین بہمنیہ کے حالات شروع کرتا ہے۔

دلا کر رستم کو رب کریم
 کہ ہے ذات جس کی کریم و رحیم
 واقعات کی ابتدا سلطان محمد تغلق (۱۳۲۱-۵۱) شہنشاہ دہلی کے عہد حکومت
 سے ہوتی ہے۔ پہلے اس برہمن کے ذکر سے ابتدا ہوئی ہے جس کا من لازم تھا۔
 برہمن تھا دہلی میں قابو بخوئی
 منجم بھی تھا اور وہ قابو بخوئی
 پھر جن کے دکن میں سلطنت قائم کرنے کے حالات اور محمد شاہ بہمنی
 مہاراجا داود شاہ محمود شاہ غیاث الدین شمس الدین فیروز شاہ احمد شاہ
 علاء الدین ہمایون ظالم نظام شاہ محمد شاہ محمود شاہ دوم کے واقعات
 ”ذکر سلطنت“ کے عنوان کے تحت اسی سلسلہ سے لکھے گئے ہیں۔

خاتمہ

ہیں ہت : بانجیب کو دکاں
 سے سلم ہے ہے وہی سرداں

سوانح

۱۔ انفرادی

(۲۷) اسرار احمدی (۱۵۲)

اوراق ۱۷۲۔ سطور ۱۳۔ تقطیع $8 \times \frac{1}{4}$ ۔ نستعلیق خط۔ قدیم
کرم خوردہ۔ کاغذ لاتی سنہ کتابت ۱۲۶۸ھ۔ نسخ
شیخ عبداللہ۔ مقام کتابت چھاوونی جالندہ مدرسہ سرکاری پٹن مقیم
”مطلع الانوار“ مصنف عقیف بن لورکاشانی کا دکنی نثر میں ترجمہ ہے جو
محمد خاں عرف بدو میاں نے ۱۲۵۰ھ میں کیا۔

نظم خاں، بایزید خاں یوسف زئی کے پیٹے ہیں۔ ان کے اہل وقت ہمار
کے متوطن تھے۔ لیکن تلاش معاش میں وطن سے چلکر صوبہ کرناٹک میں آ رہے تھے جہاں
نواب دادو خاں کے پاس خالبا ان کے پردادا ملازم ہوئے۔ آخر میں نواب نے
پلیا گھاٹ کے تعلقے میں ان کے لئے یا پھر دہلیہ روزینہ مقرر کر دیا تھا جس کے بعد
اسی تعلقے میں جا رہے۔ نواب سعادت اللہ کے عہد تک یہ یوپیہ جاری رہا۔ لیکن
نواب انور الدین خاں کے عہد میں نواب کی چندا صاحب سے جنگ کے دوران

میں نواب ان فرانسیسیوں کے ہاتھ سے مارے گئے جو اس معاملہ میں خواہ مخواہ دخل درمستقل ہو گئے تھے اس پریشان حالی میں محمد خاں کے دادا کا وظیفہ بند ہو گیا۔ اس لئے انھوں نے دیں تجارت شرمع کی بھی ان کے والد کا یہی پیشہ رہا۔ لیکن بد قسمتی سے اس وقت حیدر علی خاں عرف بہادر کا ہنگامہ برپا ہوا اور یہ خاندان ناگ پٹن میں امن لیتا ہوا چنایا پٹن بھاگ آیا۔ اور نواب محمد علی خاں والا جاہ کی ملازمت کر لی۔ اور عرصہ تک ترجنا پٹی میں رہے۔ یہیں ان کے والد کا انتقال ہوا۔

جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے مدراس پر اپنا تصرف جٹانا شروع کیا تو بہت سے شریف خاندان آوارہ ہو گئے۔ محمد خاں بھی اپنے بڑے بھائی اور بہن کے تغافل اور بے پرواہی سے پریشان حال ہو کر ۱۲۹۹ھ میں بہونائی اسماعیل خاں کے پاس چلے گئے جہاں معلمی کا پیشہ کرتے رہے۔ اسی دوران میں شکار پور کے قلعہ دار کے پاس ان کو ”مطلع الانوار“ کا ایک نسخہ ملا۔ جس کا انھوں نے یہ ترجمہ ۱۲۵۰ھ میں شروع کیا۔

ترجمہ لفظی نہیں بلکہ تلخیص ہے۔ تمہید کتاب میں مصنف نے یہ تمام واقعات بیان کئے ہیں۔ ایک اور ترجمہ ”دستور النشر“ ہے۔ جو ”منہب الصیباں“ سے کیا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو مولا فہرست ہذا) اس مخطوطے میں اگلے چار اور آخری چھہ اوراق سادہ ہیں یا ان پر نسخے لکھے ہوئے ہیں۔ پہلا ورق (لو) منقش اور (ب) لوح دار ہے۔

آغاز نظم حمد سے ہوتا ہے۔

”تو بسم اللہ سے کہ عنوان سخن کی
کہ ہے مفتاح وہ سر مکمل کی

خاتمہ

”اور خلیل سے نبی المختار و مجتہد ابرار و آل کبار و صحابہ الاطہار علیہم الصلوٰۃ
و السلام کے یہ کتاب انصرام کو پہنچی“

ترمیم

”نسخہ اسرار احمدی در ۱۲۶۵ ہجری بتایخ ہفتم ماہ ربیع الاول در چچا دلی جانہ
بوجیب فرمائش شمشیر خاں خانساں در مدرسہ سرکاری پلٹن ہفتم شیخ عبد اللہ
قلبی نمود۔“

(۲۸) اعجاز احمدی (۲۵۲)

ادراق - مطورہ ۱۶ تا ۱۷ - تقطیع ۱/۸ x ۸/۸ - نستعلیق شکستہ

آئینہ خط - عنوانات سُرخ میں کاغذ دیسی - سنہ کتابت ندارد

نسخ عن سلام علی - ناقص الاول

یہ متنوی حضرت رسول کریم کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف

نوازش علی شہید ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۴ فہرست ہذا)

اس میں انحضرت کی پیدائش سے لیکر وفات تک کے حالات مختلف

عنوانات کے تحت تفصیل بیان ہوئے ہیں۔ یہ ۱۸۰۰ کی تصنیف ہے۔ ابتدا
کا کچھ حصہ غائب ہے۔

اعجاز

لکھا یوں ہے راوی کہ بعد از نبی
رہے تین دن تک تہی کبر میں علی

خاتمہ

کر دروں دیو دہور کر دروں سلام
وہ روح مقدس پہ بھیج دو مدام
آخری شعر سے پانچ شعراؤ پر مصنف نے اپنا تخلص لکھا ہے۔
”ای قیاد ہی مضمون یہ در ذاک
کیا صبر اپنی گریباں کو چاک“

ترتیب

تمت تمام شدہ اعجاز احمدی کا تب الحروف غلام علی برائے بخورہ دار سعادت
ذوالفقار علی وحصل علمہ وفضاعف عمرہ و قدرہ داوالادہ واحفادہ بحرمت النبی والہ الامجاد

(۲۵) ریاض الجمنان (۲ ی ۳)

در مناقب اہل بیت کرامت عثمان

اوراق ۱۲۹۔ سطور ۲۴۔ تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ ہر تعلیق خط کرم خورہ
عنوانات سُرخ کے۔ مشکل الفاظ کے معنی ان کے نیچے
سرخ میں لکھے ہوئے سن تصنیف ۱۲۲۷ھ ہجری۔

اس کتاب کے مصنف بھی مولانا محمد باقر آگاہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو)۔
فہرست ہذا اس کا موضوع اہل بیت کے مناقب ہیں اصل رسالہ منظوم ہے۔
لیکن اس سے پہلے ایک دیباچہ میں مصنف نے بعض ایسی کتابوں کا ذکر کیا ہے

جن کا حوالہ نہیں ملتا اور اتفاق سے وہ اسی مجموعہ میں شامل ہیں۔ اسی دہیاچ ہیں ”محبوب القلوب“ کی تلخیص تصنیف لکھی ہے۔ اپنے متعلق بھی بعض واقعات درج کئے ہیں۔ ضروری حصہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں آغاز یوں ہوتا ہے۔

بعد حمد و غنت کے کہتا ہے محمد باقر آگاہ

شافعی تادری بیجا پوری الیوری تونسیق دیوئے

اللہ تعالیٰ اس کو . . . وغیرہ

جہاں اس کتاب کی ضرورت بتلاتے ہیں۔ یوں

رقم طراز میں کہہ:-

”ولی الیوری اور شیری حیہ آبادی دکنی زبان میں دو نسخہ منظم لکھے نام بن کا ”روضۃ الشہداء“ اور ”روضۃ الاطہار“ مناقب حضرت اخیاران دونو ہیں۔ باقر آگاہ ان دونو کتابوں کو غلطیوں سے پر تہلکے ہیں چنانچہ حکاسیہ کے واقعہ کو موضوع کہتے ہیں۔ وغیرہ

مصنف کے ذاتی حالات اس عبارت سے معلوم ہوتے ہیں۔

”بوج لے بجائی۔ یہ عاصی پندرہویں سال سے شعر کے سات

افت وارتباط رکھتا ہے۔ اگرچہ شعر کم کہا تھا۔ اسی واسطے

تخلص اپنا مدت لک مقرر نہیں کیا تھا جب ۱۲۳۰ھ اور

۱۲۳۱ھ میں بعض رسائل ”ہشت بہشت“ کے منظوم کیا

لفظ باقر کہ جز نام ہی بجائے تخلص رکھا۔ من بعد شیخ سنہ

ایک ہزار ویکو اور تود اور چہار کی وقت نظم کرنی دیوان عربی

کے تخلص ایسا آگاہ ہمت رکھا۔ اس تخلص کو اشعار عربی و

فارسی میں لایا۔ اور اکثر مرثی اور ریختوں میں بھی اس تخلص کو

اختیار کیا۔ اور تتمہ رسائل ”ہشت بہشت“ میں کہ بیچ
۱۲۶ھ (۱۷۴۲ء) کے منظوم ہوئی۔ اور بیچ کتاب
محبوب القلوب کے کہ بیچ اوائل ۱۲۶ھ (۱۷۴۲ء)
کے منظوم ہوئے اور اس رسالے میں کہ ریاض الجنان نام
رکھتا ہے۔ تخلص اپنا وہی لفظ باقر رکھا ہے۔ کیا واسطے کہ
رسائل اول کی جا بجا مشہور ہوئی تھی۔ اگر بعد ہوئی سو
رسالوں میں تخلص آگاہ لاتا تو دو تخلص ہوتے۔ اس واسطے
وہی تخلص بحال رکھا۔ تا سب مثنویات دکنی میں یک
تخلص رہے۔

اصل رسالہ اس طرح شروع ہوتا ہے

در حمد حضرت قبلہ قدیر جل عن الشبہ والنظیر۔

اے تری بندگی میں کل وجود

کیا ملک کیا رسل ہیں سرسجود

فتویٰ بارہ ”رضوان“ (فصلوں) پر منقسم ہے۔ جن میں کئی ”خیابان“

(ذیلی فصلیں) ”گلہ ستہ“ اور ”نفحہ“ (نامدہ) قاعلم کے کئے گئے۔

انتہام

”ہر چند پایا وہ رتبہ سرور

ہے عرش جس میں فری سے کمتر

با ایں جو گزرا ظاہر میں اس پر

کرتا ہے میری خاطر کو بریاں

بیوستہ زیں غم ہر لفظ آگاہ

محبت ہی رسول اللہ کی مجلوں
اور ان کی آل با عفا سوں
تحت تمام شد

(۳۱) غوث نامہ (۲۵۲)

اوراق ۸۸ سطور ۱۲۔ تقطیع $\frac{1}{2} \times \frac{3}{4}$ ۔ خوشخط نستعلیق
نیلے رنگ کے دیزد لاتی کاغذ پر۔ تحریر خود مصنف کی
معلوم ہوتی ہے۔ سن تصنیف اور سن کتابت ایک ہی
۱۲۴۵ھ

پہلے صفحہ پر خط نسخ میں ”غوث نامہ“ اور اس کے نیچے سرفریز میں شیخ سلیمان
نام لکھا ہوا ہے۔ جس سے دھوکا ہوتا ہے کہ شاید یہ شیخ سلیمان کی تصنیف ہے۔
لیکن چونکہ کتاب میں مصنف اپنا نام نعل جال شاہ بتاتا ہے۔ اس لئے قیاس
یہ ہے کہ شیخ سلیمان اس مخطوطے کے مالک کا نام ہوگا۔

ہے عاجز بندہ نعل جال شاہ غلام

لیا ختم یہ غوث نامہ تمام

رسالے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ کے واقعات اور کرامات

”حکایت“ کے عنوان کے تحت نظم میں لکھے ہوئے ہیں۔

آغاز حمد سے ہوتا ہے۔

اول اسم اللہ ذات قدیم

یہ ہے باقی اسم سب صفاتی قدیم

اختتام

ہے عاجز بندہ لعل خاں شاہ غلام
کیا ختم یہ غوث نامہ تمام
تمت

ترقیمہ

تحریر فی التلیخ ۱۵ ماہ رجب المرجب سنہ ہجری مقدسہ
۱۲۷۵ بروز روز دوشنبہ بوقت چہار گھنٹہ۔ اتمام یافت۔

(۳۲) محبوب الملوک (۲۵۲)

ادراق ۶۲ اسطورۃ تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ ۶ شکستہ آئینہ تعلق
خطا جابجائی کے دسبے لگے ہوئے ہیں سن تحریر ۱۲۵۵

س تصنیف ۱۲۲۷ھ

مولانا محمد باقر آگاہ قادری کی منظوم تصنیف ہے۔ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی
رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب پر مشتمل ہے۔ اصل کتاب کی ابتداء میں ایک بسوط
دیباچہ نشر میں لکھا ہے جس میں کتاب کی ضرورت اس کے مآخذ اور ابواب
و مضامین کی تقسیم کی تفصیلات درج ہیں۔ مصنف کی سوانح حیات پر بھی اس
دیباچہ سے روشنی پڑتی ہے۔ کتاب کے مآخذ کئی ہیں۔ لیکن شیخ نور الدین علی
شطرنونی شافعی کی عربی تصنیف ”ہجۃ الاسرار“ اور فارسی ”محبوب المعانی

مصنف میر محمد صادق قادری اور نگ آبادی۔ خاص طور سے مصنف کے پیش نظر رہی ہیں۔

اصل کتاب گیارہ وصل (فصل) اور کئی جلووں (ذیلی ابواب) پر مشتمل ہے۔ دیباچہ کا آغاز یہ ہے۔

”بعد حمد و نعت کے محمد باقر آگاہ شافعی قادری ایلوری توفیق دیوئے اسے حق سبحانہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مناقب حضرت محبوب سبحانی کے علی جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام“

آغاز (نظم)

کرے کوئی حمد تیرا کیا الہی

کہ ہے قدرت تری نہ تا بہا ہی

اختتام آیات تیری نسخہ آفاق میں ہستم

یوں پا دیں جسکا ہو ورق اسرار کتاب

اس مخطوطے کے ساتھ دلی ویلوری کے ترجمہ ”روضۃ الشہداء“

کی مجلس دھسم (صفحہ فہرست ہذا) بھی منسلک ہے جس کے خاتمے کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

کیا ہوں ختم یو جب درد کا حال

ایکبارا سو پوچھا سین تیراں سال

نشان اس درد میں ہے زندگی کا

زمانہ مہدی آخر زمان کا

نشان ہے دولت و یابندگی کا

اتھا اس باعث امن و امان کا

ولی اب رکھ قلم اور ختم کر بات
نبی ہو رآل اوپر بھیج صلوات

ترقیمہ

یو کتاب واسطے مطالعہ فرمانے بی بی صاحبہ پیرانی ماں صاحبہ
قبلہ دو جہاں کی واسطے روز پچشنبہ وقت نماز صبح کے مہینہ ذی الحجہ کا
ہو ر تاریخ بہت دہم سلخ تھے۔ تمام ہوئی ۱۲۵۵ھ۔
محبوب القلوب کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی (حیدر آباد دکن) میں
بھی موجود ہے۔ (جلد دوم ص ۱۵۶۲ نمبر ۵۲)۔

(۳۳) ہشت بہشت (۷۲)

اوراق ۱۶۵ سطورہ تقطیع ۱۱ x ۷، نستعلیق شکستہ آمیز خط
عنوانات سرخی کے۔ کتابت نسخ نصیر الدین
”پچنے والا سری رنگ پٹن کا حال علاقہ بازار رساتویں رسالہ
کمپنی بہادر کا۔ مقام ساگر کپنہ کے مالک راجہ احمد و عبد الرحمن
فرزند ان عبد الرحیم نے تصنیف ۱۲۵۵ھ

اس کے مصنف بھی با ت ر آگاہ شافعی قلداری بیجا پوری ایلوری ہیں

(ملاحظہ ہو ص ۱)

یہ کتاب آگاہ کی اولین تصنیفات میں سے ہے۔ شرکی طرف انھوں نے
آخری میں تو جہ کی تھی اس کا موضوع سیرۃ النبی ہے ”ہشت بہشت“ جیسا کہ

نام سے ظاہر ہے آٹھ رسالوں پر مشتمل ہے (جن کی تفصیل یہ ہے)
 (۱) من دیپک نوربھوی کے احوال میں۔ (۲) من بہرن تولد کے بشارات
 میں (۳) من موہن۔ احوال ولادت میں (۴) جنگ سبہیں حالات زندگی
 میں (۵) آیام دل۔ شمائل اور انشاق۔ مسطوفی میں (۶) راحت جاں
 میں "خصائص" حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۷) من درپن۔ اور (۸)
 من جیون۔ آنحضرت کے معجزات میں۔

یہ نسخہ نامکمل ہے۔ اس میں صرف آخری تین رسالے ہیں۔ اب تالی
 یا پنج رسالے اس میں موجود نہیں۔

"راحت جان" جو "ہمشت بہشت" کا چھٹا رسالہ ہے اس نسخہ
 کا پہلا رسالہ ہے۔ اس میں حضرت نبی کریم کے خصائص پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
 مصنف نے ان کی پانچ قسمیں کی ہیں۔ اول وہ جو حضور انور کے ساتھ ہی مخصوص تھے
 مثلاً تہجد کی نماز کا فرض ہونا۔ دوم وہ جو آنحضرت پر حرام مگر امت محمدی کے لئے
 جائز ہیں مثلاً مال کفار کا لینا۔ سوم وہ جو آنحضرت اور امت دونوں پر حرام ہیں
 جیسے بیار سے زیادہ جماع یا زنا چوستے وہ ہیں سے بعض آنحضرت کے لئے
 مخصوص ہیں اور بعض امت کے لئے۔

آغاز ہر رسالے کا حمد سے ہوتا ہے۔ "راحت جان" کا آغاز اس طرح
 ہوا ہے۔

حمد بے حد اور ثنائے بے عدد
 ہے سزاوار خداوند صمد
 جس کا ہر مخلوق ہے سر عظیم
 کیا کرے کوئی وصف اسکا لے طیم

خاتمہ

دل کو میرے کر تری الفت نصیب
 تن کو میرے قوت و صحت نصیب
 مہور شہادت پر میرا انجام کر
 اور مدینہ بیچ میسرا کر حشر
 "راحت جاں" یاں ہوا پورا تمام
 از طفیل مصطفیٰ شاہ انام

اس کے بعد معجزات کا سالہ "من درین" شروع ہوتا ہے سُرخِ سر
 عنوان لکھا ہوا ہے۔ "ہفتہ رسالہ من درین"

آغاز

الہی کیا کروں اوصاف تیرے
 کہ عقل و فکر یاں حیراں میں میرے
 ہے طاقت کیا میرے عاجز بیاں کو
 کہ لکھو لے حمد میں تیری زباں کو
 کہاں ہمت ہے کلک نارسا کی
 کہ بولے اک سخن تیرے شننا کی

حمد اور نعت کے بعد اپنے مرشد شیخ ابوالحسن جتسری قادری کی طرح
 لکھی ہے یہیں مصنف نے بیان کیا ہے کہ اُردو میں کچھ رسالے اس موضوع پر
 لکھے گئے ہیں لیکن وہ مستند نہیں ہیں۔

اگرچہ معجزوں کے ذکر اندر
 ہے نسخے بہت دیکھا لے برادر

دے اکثر غلط اس کا بیاں ہے
محدث یاں جھوٹ اسکا عیان ہر

انتقام

محمد اشتر ہوا یہ نسخہ آخسر
بجی مصطفیٰ سالار فاحسر

ورق ۱۳۸ اب سے نیا رسالہ یعنی اٹھواں حصہ ”ہرشت بہشت“
”من حیون“ شروع ہوتا ہے جس کا موضوع دہی ہے جو اگلے رسالے کا ہے۔

اعزاز

اے وجود ترا وجود عالم
تجہ علم سے ہے نود عالم
ہے مہر سے تیرے بین اتراق
ہر ذرہ انس اور آفاق
ہے علم ترا محیط کو نہیں
یوں روح بہ جسم و نور دریں
خاتمہ میں سن تصنیف بیان کیا ہے۔ (۱۲۰۶)

بارہ سے اید تھے چھ برس جب
یہ نسخہ خوش ہوا مرتب
اس رسالے کی ابیات تعداد (۸۱۸) بتلائی ہے۔
ابیات سب اوکے اصول آرا
بے ریب ہیں آٹھ سے اٹھارہ
آگے مناجات پر خاتمہ ہے آخری شعر یہ ہے۔

نت ہوئے خدائے درست اوقات

روضہ پونز سلام و صلوٰۃ

تمت تمام شد

ہشت بہشت کا ایک مکمل مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی (حیدرآباد دکن)

میں محفوظ ہے۔ (جلد دوم صفحہ نمبر ۵۳)

”ہرست بہشت“ دوم ترہہ چھپ چکی ہے۔ پہلا ایڈیشن ۱۲۶۲ھ میں

مطبع راج کشن سے شائع ہوا۔ دوسرا مطبع غازیہ علیہ ۱۲۸۰ھ کو نکلا۔

ترقیمہ

ایں کتاب مستطاب ہشت بہشت تصنیف مولوی
محمد باقر آگاہ مرحوم و مغفور کی ہے حیات سے
لکھا ہوا کاتب الحروف بندہ گنہگار اپنے گناہوں
سے شرمسار اللہ کی رحمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
شفاعت کا امید دار نصیر الدین رہنے والا سری رنگ پٹن
حال علاقہ بازار ساتویں رسالہ کہنی بہادر کا مقام ساگر
کہنیہ کے مالک راجہ احمد عبدالرحمان و منرزندان
عبدالرحیم بتایاں بست و نہم ماہ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ
روز دوشنبہ بوقت عصر فضل سے پروردگار کے تحریر

یافت

تمام شد

ب۔ تذکرے

(۳۵) ریاض العارفین (ی ۱)

اوراق ۲۶۳- سلور ۱۰- تقطیع $\frac{3}{4} \times 8 \frac{1}{4}$ شکستہ آمیز خط

بعض مقامات کرم خوردہ۔ آب زدہ عنوانات سُرخ کی

نساخ قادر خاں تاج کتابت پنجم ماہ جادی الاول ۱۲۶۷ھ

یہ ادلیائے عظام اور صوفیائے کرام کا ایک ضخیم منظوم تذکرہ ہے۔ جسکے

مصنف محمد اسحاقؒ ہیں اسحاق یجا پور کے رہنے والے تھے انکی پیدائش ۱۱۸۴ھ

میں ہوئی یہ تذکرہ ان کے قیام مدرسے کے زمانے میں لکھا گیا ان کے چار بھائی تھے

اس تذکرہ کی تصنیف کے وقت انکی عمر ۲۲ سال کی تھی ان کے والد جواک

مشہور آدمی تھے ان کا انتقال ہو چکا تھا اسحاق نے اپنے ایک دیست یعقوب

کے اشارے پر نظم و کمنی لکھنا شروع کیا یہ صاحب ان کے بڑے گھرے دوست

تھے اور اسحاق کے قول کے مطابق دکنی نظم کے استاد تھے۔ یہ امور سبب

تالیف کتاب کے عنوان کے تحت بیان کئے گئے ہیں۔

شکر کر منعم کا لے اسحاق اب

جے تجھے بخشا ہے نعمت پاک رب

۱۔ درگاہ برتاد مادر لے اپنے تذکرہ شعرائے دکن موسومہ "حزیرۃ العلوم" میں ایک اور محمد اسحاق کا ذکر کیا ہے جو سورت کے رہنے والے اور غالباً فارسی شاعر ابواسحق الطعمہ کی رعایت سے اپنے اشعار میں کھانے پینے کا ذکر لازماً لاتے تھے۔ (لاحظہ ہو "حزیرۃ العلوم فی تعلقات المنظوم" صفحہ ۱۷۱۔ مطبوعہ مفید عام لاہور ۱۳۷۹ھ)۔

گرچہ ہوں میں آج درے میں مقیم
لیک بجا پور ہے وطن قدیم
باب میرا مغفرت معمور ہے
سور مننے جگ میں سب شہو ہے
چار بھائیوں میں میرے شیریں تھا
فہم میں کامل فراست میں کمال
بھی مرا ہے دوستار دلہند
نام ہے یعقوب اس کا ارجمند
مجھ کو اس سوں ہے نہا اتحاد
نظم دکنی میں ہے وہ بھی استاد

کتاب اپنے مطالعہ کے لئے لکھی تاکہ اس کو پڑھ کر خدا کا خوف ان پر ہمیشہ
غالب رہے۔

کتاب کے مواد کی فراہمی میں جو جو کتابیں ٹیولنسی ٹری ہیں ان کا بیان
اس طرح کیا ہے کہ میں گنہگار ہوں خیال تھا کہ کوئی ایسا کام انجام دوں جس سے
اپنے گناہوں کی تلافی ہو۔ اس لئے۔

تا حکایات بزرگان سلف
اور مصفا تعلیمات با شرف
جو سید الدین عطار کرام
ذکر کہہ گئے اویادوں کا تمام
بھی صفا جامی کی تعنیات کوں
راست اقوالاں کی تالیفات کوں

سعدی شیراز بھی جو کہہ گئے
 راویاں سون جو روایت رہ گئے
 اور کلام پیشوایان فصیح
 جن کی تصنیفات اخبار صحیح
 ماسلف کے اولیاءوں کے کلام
 دھونڈ کر میں اس کتاباں میں تمام
 فارسی کے جوں نثر تھے سوں یہاں
 نظم سوں دکھنی کے کرتا ہوں عیاں

کتاب کو گیارہ ابواب یہ تقسیم کیا ہے۔ جن کی تفصیل انہیں کے الفاظ
 میں حسب ذیل ہے۔

باب اول خواہش قوت حلال
 باب دوم بندگی ذوالجلال
 باب سوم ترس حق رکھنا مدام
 باب چہارم ہے تحمل کا تمام
 باب پنجم باب جو شام و سحر
 حق اوپر رکھنا توکل کی نظر
 باب ششم عاجزی لا تو بجا
 عیب پوشی خلق کی کرنا سدا
 باب ہفتم زہد کا ہے پر قد
 بیخ اور سنتی منے کرنا صبر
 باب ہشتم عشق سوں بہر پور ہے

ہمت عشاق سوں مامور ہے
باب نہم چھوڑے کبہ و منی
یاد حق سوں دلوں دینا رشتی
باب دہم پاک کر مانند حیا
اولیاؤں کی کرامت کا بیان

ہر باب میں اس کے عنوان کے مناسب اولیائے کرام کی حکایتیں درج
کی گئی ہیں جملہ دوسو کے قریب اسطرح کی حکایتیں ہیں۔ حمد۔ نعت۔ تہلیل
اصحاب اربعہ اور سبب تالیف کتاب کے بعد سے پہلی حکایت جو شروع ہوتی
ہے وہ حضرت ابراہیم ارحم کی ہے۔

آغاز

ابتدا کرتا ہوں بسم اللہ سوں
صاحب اجلال عزو جاہ سوں
حمد حق ہے افسر شوق سخن
زینت ہر نامہ نو و کہن

خاتمہ

بھیج اپنی بندگی کو کر نمود
مصطفیٰ کی روح اشرف پر درود
سن تصنیف یہ ہے۔

اور سن ہجرت نشہ ذوالافتحار
تھے ہزار و یک ۰ و صد و شش و زہار
یہاں ”یک“ کا لفظ زیادہ ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف ۱۲۰۶ ہجری ہے۔

ترقیم

”تمت تمام شد کتاب ریاض العاقلین بہ تصنیف حضرت شیخ
تایخ پنجہ ماہ جمادی الاول ۱۲۶۰ ہجری۔ دست کتاب
تادورخان تحریر یافت۔“

(۳۰) تذکرہ جوہر (ادارہ)

اوراق ۳۴۔ ۱۷ سطور ۱۷۔ تقطیع $10 \frac{1}{4} \times 3 \frac{1}{4}$ ۔ ہنس تعلیق خط
تحریر مصنف ہی کی معلوم ہوتی ہے سنہ ۱۲۶۰ ہجری۔
تاریخ ۱۲۶۰ ہجری

یہ مخطوطہ شعرائے طبع آباد کا ایک تذکرہ ہے جو سید محمد علی عرش طبع آبادی
نے لکھا ہے۔ سید محمد علی طبع آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام
سیر سجاد علی رموی تھا۔ اوائل عمر ہی میں حیدر آباد دکن آ رہے۔ حکیم شاہ
تصدق حسین عظیم آبادی کے مکان پر قیام رہا (تذکرہ جوہر فردوس ۲۵۳) جو بازار
گھانسی میں گوند کی باولی کے قریب تھا۔

شعروائی سے دلچسپی تھی حیدر آباد دکن کے اکثر مشاعروں میں غزلیں
پڑھا کرتے تھے رسالہ ”صدیقہ“ المعروف ”اور“ ”محبوب الکلام“ میں کئی غزلیں
بھی ہیں دیوان بھی مرتب کیا تھا جو ۱۲۶۰ء کی طغیانی رود و موئی (حیدر آباد دکن)
میں کتب خانے کے ساتھ ضائع ہو گیا۔

مولف تذکرہ کی تجویز اصل میں طبع آباد کی ایک تاریخ تیار کرنے کی تھی جس کا

ایک باب حالات شعرا پر بھی شتمل ہوتا لیکن یہ خیال عملی جامہ نہ پہن سکا۔ صرف تذکرہ کی حد تک ہی لکھ سکے۔

یہ تذکرہ دراصل مختلف شاعرِ دکن کے کلام کے ایک مجموعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ابتدا میں صرف نے صرف ملیح آباد کے شاعروں کا کلام جمع کیا تھا۔ پھر اس عادت پر بعض شاعروں کے حالات بھی درج کر دئے گئے ہیں اکثر شاعروں کے حالات میں سستہ لکچر بھی تذکرہ میں موجود نہیں۔ آخری انتخاب شیدا کا ہے۔

ایک ریہاچہ اور فہرست کے علاوہ تذکرہ (۵۲) شعرا کے کلام کی انتخاب پر مشتمل ہے۔ ہر ایک شاعر کے کلام کا انتخاب لکھنے کے بعد کئی کئی صفحے چھوڑ دئے گئے ہیں۔ ترتیب اس کے ذریعہ ہے نہ تاریخ و اراشید کی تحریروں کے علاوہ بعض جگہ خود متن کے ساتھ ساتھ لکھا گیا ہے۔

دیباچہ میں نواف تذکرہ نے اپنی تجویز متذکرہ بالا کا ذکر کیا ہے ملیح آباد کے حالات لکھے ہیں۔ اور بتلایا ہے کہ یہ شہر اہل حیف کا معمورہ تھا۔ اور علم و عمل میں بہت ترقی حاصل ہوئی تھی اس وقت تک قصبہ کا قصبہ جاہل غفلت ہے (دیباچہ ص ۵) آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہر و نعمت کے بعد کترین خلاق ... سید محمد علی

ملیح آبادی اربابِ علم و ہنر کی خدمت میں عرض پرواز ہے کہ۔

خاتمہ

زلزلہ آیا زمیں کو عرش کو جنبش ہوئی

ہجر میں اک آہ کی شیدا جو تہجد و گلیں

ترقیمہ سہندارد

زبان اور قواعد

۱۔ قواعد

(۳۷) زبان ریختہ ہندی کی صرف نحو (۳۷)

ادراق ۴۳ سطور ۱۳۔ تقطیع ۸ × ۳۔ ۵ کرم خوردہ
یہ رسالہ مصنف کے الفاظ میں زبان ریختہ ہندی کی صرف و نحو سے
متعلق ہے شروع یا آخر میں کہیں مصنف کا نام سن تصنیف نساخ یا سن کتابت
کا پتہ نہیں چلتا۔ غالباً یہ انیسویں صدی کے ابتدا کی تصنیف ہے
رسالہ دو مقالوں پر مشتمل ہے پہلا مقالہ مفردات پر حاوی ہے اس میں
تین بحثیں (فصلیں) ہیں۔ پہلی بحث میں اسم کا ذکر ہے (یہ بحث چار ابواب پر
منقسم ہے) دوسری میں فعل اور تیسری میں حرف سے بحث کی گئی ہے۔
دوسرے مقالہ کا موضوع مرکبات ہیں۔ یہ دو بحث پر مشتمل ہے۔ پہلی بحث
مرکب غیر کلامی اور دوسری بحث کلام اور جملہ سے متعلق ہے۔

آغاز

”یہ رسالہ زبان ریختہ ہندی کی صرف و نحو پر مشتمل ہے دو مقالہ پر

مقالہ اول

”کلمہ دہ لفظ ہے کہ جو موضوع ہے واسطے ایک معنی مفسر دے“

اختتام

”فائدہ۔۔۔ نہ ہونا اور دہسکنا دونوں مترادف ہیں ایسے چوسنا چسکنا
 مٹنا۔۔۔ مٹنا۔ اور بطور تکیہ کام اکثر ایسے الفاظ ذکر کرتے ہیں
 یعنی جو بہت سوتھارے سو۔ جن پر۔ صاحب نہر بان یا ناہا
 چشم مددور۔ تمت باخیر“

یہ رسالہ دوازعہ فی قلمی رسالوں کے درمیان ایک جلد میں بندھا ہوا ہے
 پہلا بی رسالہ مفتاح النوبہ ہے۔ دوسرا اور آخری رسالہ بھی نحو ہی سے متعلق ہے۔

ب لغت

۳۸۔ [اردو لغت] (۳ ز ۱)

ایزاق ۱۰۶۔ سطور ۲۰ تا ۳۰ تقطیع ۱۲x۷، نستعلیق شکستہ آمیز خط

صدے کرم خوردہ کاغذ دیسی ترقیہ فیہ نہیں۔

یہ اردو کا ایک لغت ہے جس میں اردو الفاظ کی تشریح فارسی زبان میں کی گئی

ہے۔ اردو الفاظ جو اس میں شامل ہیں ان کی ترتیب ابجد ہی ہے۔ ہر اردو لفظ

سرخ میں لکھا گیا ہے۔ اور اس کے مقابل اس کے فارسی معنی یا تشریح لکھی گئی

ہے۔ جگہ جگہ حاشیہ یا اور سطور کے درمیان بھی عبارت لکھی ہوئی ہے۔

در بابیہ، تہید، یا ترقیمہ کوئی تحریر اس کے ساتھ موجود نہیں۔
آغاز

باب الف ممدودہ فصل الف آ امر بآ مدن واو بزیادت واو نیز
مستقل بمعنی مذکور۔

خاتمہ

(میر تقی) افسوس سری مردی پر اتنا نگر کہ اب
بچتا نایہ نہیں سائی جو ہوتا تھا ہر چکا

ج عروض وغیرہ گلدستہ گفتار (۱۲۴)

اوراق ۲۴۔ سطور ۱۲۔ تقطیع ۶ x ۶ ہر شت نستعلیق خط

کرم خوردہ دہلی کا قدس تصنیف ۱۲۲۱ھ

گلدستہ گفتار کا دوسرا نام ”رسالہ ضلع جگت بھی ہے، مشہور دہلی۔
شیر محمد خاں ایمان کی تصنیف ہے (نمبر فہرست ہذا) اس میں ضلع اوکھٹا
صنعت والے اشعار لکھے گئے ہیں۔ کتاب کا نام سن تصنیف اور مصنف کا
صرف تخلص آخری دو شعروں میں آیا ہے۔ ”گلدستہ گفتار“ یعنی نام ہے
جس سے سن نکلتا ہے۔

آغاز

”قبضہ قدرت پیر دی چاکرمان قربان بندہ خاکی لے شاخ و شاخ حلقہ تجویز کستہ۔“

لے۔ یہ حصہ کرم خوردہ ہے۔

اختتام

ایمان کن تجھ سے میں کہتا ہوں راست
 اس نسخہ کی تاریخِ حوکی میں درخواست
 چمٹ غنچہ سوسن نے حین میں مجھ سے
 ”گلدستہ گفتار“ کہا بے کم و کاست
 سزاوارہ پادراں میں ایک مہر لگی ہوئی جس میں سید عصفی علی نام اور سن
 ۱۲۹۳ء لکھا ہے۔
 ”گلدستہ گفتار“ کا ایک نسخہ آب زدہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی موجود ہے
 (جلد اول ص ۱۸۳ نمبر ۱۸۲) جو ۱۲۶۱ء کا لکھا ہوا ہے۔

نظم

(۲۰۱) دیوان آگاہ (۱۷۸۱ء)

ادراق ۲۵۰۔ سطور ۱۳۳۔ تقطیع ۱۶۔ ہوتو سداستعلیق کما غزوایاتی
 صفحات پر سرخی کا حاشیہ۔ عنوانات سُرخ کے من کت بہت نادر
 یہ محمد باقر آگاہ شافعی قادری الہوری کا ہندوستان (اردو) دیوان ہے، مزاح
 ہوئے فہرست ہذا، تمام اصنافِ سخن پر مشتمل ہے۔ قصائد سے من کا آغاز ہوتا
 ہے جن کی تعداد (۱۰) ہے۔ اس کے بعد بغزلیں اور غزلوں کے بعد قطعات، اربعیات
 رباعیات، مستزاد، مقطعات، افراد، کبیت و دھڑے اسی ترتیب سے درج ہیں۔
 ایک رباعی تنگلی زبان کی اور ایک فردا رو زبان میں بھی موجود
 ہے۔

یہ میر و سودا کے معاصر تھے سودا کے دہم لے آشنا بھی تھے جس کا پتہ
 بعض قصائد اور قطعات سے چلتا ہے۔ دکنیت کے جبر و غلبہ کر کے آگاہ کا کلام
 سودا کا رنگ رکھتا ہے۔

دیوان کی ابتدا میں ایک بیٹا دیا چہ تر ہیں ہے جس میں اصناف

شعری اور خود زبان اردو پر بحث کی گئی ہے، موع کے اعتبار سے دیباچہ نہایت اہم جزو دیوان ہے۔

آغاز (دیباچہ)

”محدثنا اس ذات اقدس کا کون کر سکے“

اختتام

نہد معے پیگے شب کے جگمگے زلال یہ میں تھار
وہ آئی دنگہ کے جوہر موئے رنگیں خمرہ ہائے

اس کے بعد ”روادید“ کا رسر کا رطبہ کے حضور میں ”کے عنوان سے ایک طویل سدس سیاب“ یعنی لوارنی اکبر آبادی کا رس ہے آگے ایک چھوٹی سی نظم شاہ کمال الدین بادشاہ قدس سرہ کی لکھی ہوئی ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

عدا حق سے ترسکاری خوب ہے

فصل سے امیدواری خوب ہے

اس دیوان کے نسخے کہیں دستیاب نہیں ہوئے۔ صرف ایک اور نسخہ آگاہ کے ایک رشتہ دار محمد حمید اللہ صاحب بی۔ اے۔ (عثمانیہ) کے پاس دیکھا گیا تھا۔ غالباً یہ دیوان اس دیوان کی نقل ہے۔ دیوان میں ترقیم نہ درج ہے۔

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ”اردو“ باب ۱۲۲۹ء۔

۲۔ ملاحظہ ہو رسالہ ”اردو“ باب ۱۲۲۹ء۔

(۴۰) کلیات ایمان (۲، ۱)

اوراق ۱۲۶ سطور ۱۲ - تقطیع ۹ x ۹ نستعلیق خط عنوانات سرخی
میں قدرے کرم خوردہ - نسخ مرزا ہاشم بیگ وصف
تحریر ۱۱ جمادی الاول ۱۲۴۵ھ

شیر محمد خاں ایمان دکن کے مشہور شاعر ہیں اسی کلیات کی ابتدا میں دیوان کی
تحریر کے بعد کالکھا ہوا ایک مختصر فارسی دیباچہ ایمان کی زندگی پر روشنی ڈال رہا
ہے - دیباچہ کا عنوان یہ ہے -

”مجملی از مفصل و مفصل از مجمل ذکر شاعر نامور مرحوم شیر محمد خاں“

متخلص بایمان

اس میں زیادہ تر وہی حالات بیان کئے گئے ہیں جو صاحب گلزارِ صفیہ
اور مولف ”تذکرہ شعرائے دکن“ (محبوب الزمن) نے بیان کئے ہیں -

ایمان کے والد محمد عاقل خاں جو نائک کے لقب سے مشہور ہیں
حیدر آباد دکن کے باشندے اور اخبار گوئی یا وقایع نگاری کی خدمت پر مامور تھے -
ایمان حیدر آباد میں پیدا ہوئے - اور عربی و فارسی کے متداولہ علوم و فنون
کی تکمیل کے بعد باپ ہی کے عہدہ پر مقرر ہوئے - اپنے معاصر اخباریوں کے
سردار تھے - دکن کے ہر قریبے نصیب اور دیہات کے واقعات ان کو پوری طرح

۱۲ - گلزارِ صفیہ (مطبوعہ ۱۳۲۵ھ تا ۱۳۴۵ھ تا ۱۳۴۵ھ)

۱۳ - ملاحظہ ہو - از ۱۳۴۵ھ تا ۱۳۵۵ھ -

حفظ تھے سفر اور حضور میں حیدر آباد کے دیوانِ اعظم الامراء مسین الدولہ شیر الملک اسطو جاہ کی مصاحبت میں رہتے اور سرزمینِ دکن کے احوال ان کے سامنے بیان کیا کرتے۔

ایمان شعرنجی اور شعرگوئی میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ ان کے ہمعصر ان کی بڑی وقعت کیا کرتے اور استاد مانتے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ۱۲۱۶ء شنبہ کے روز کمان ایلمی بیگ میں ایک مشاعرہ قرار پایا تھا جس میں ہند اور دکن کے اکثر سربراہ اور وہ شعرا شریک تھے ایمان کے آنے میں تاخیر ہوئی لیکن ان کے آنے تک مشاعرہ شروع نہیں ہوا۔ دکن کی مشہور شاعرہ مرثیابا چندا (جو اردو کی پہلی صاحب دیوان عورت تھیں) سے ان کو خاص تعلق تھا جس کا حال خود کلیات ایمان کی اکثر نظموں سے معلوم ہو سکتا ہے کئی رباعیاں اور ایک طویل نظم ایمان نے مرثیابا کی تعریف میں لکھی ہے چندا کا دیوان ایمان ہی کی راہنمائی میں مرتب ہوا شاہ تجلی ایمان کے استاد تھے۔ جس پر ان کو یہ عہد فخر تھا۔ اس کا اظہار انھوں نے اپنی تالیف ”ترک آصفیہ“ میں کیا ہے۔

ایمان کی اردو نظم و نثر میں کئی ایک کتابیں بتلائی جاتی ہیں ذیل کی مشہور ہیں (۱) کلیات (۲۱) سردار نامہ شطرنج (رسالہ شطرنج) (۳) گلہ ستہ گفتار (رسالہ ضلع جگت پور)

یہ کلیات ایمان کی غزلیات رباعیات مثلثات مسدسات قصائد اور مثنویوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ یہ نظم و نثر عام طور پر ”گہارستان ناز“ مصنف درگا پرشاد نادر (مطبوعہ میرٹھ ۱۸۸۲ء ص ۱۲) اور ”مذکرۃ النساء“ مولفہ درگا پرشاد نادر (مطبوعہ دہلی ۱۸۸۷ء ص ۲۷) کے حوالے سے یہ واقعات بیان کئے ہیں ملاحظہ ہو نمبر ۲۱۸۔ فہرست اردو مخطوطات انڈیا آفس
۲۔ علامہ چندا کے دیوان کا مخطوطہ انڈیا آفس لاٹھیری میں موجود ہے (بوم ہارٹ ۱۸۷۷ء)
۳۔ ملاحظہ ہو فہرست ہذا نمبر ۲۱۸۔

غزلیں ردیف دار لکھی ہوئی ہیں۔ سوائے ایک غزل کے جس کا مطلع یہ ہے۔

درد دغم ہجر کا مذکور کروں یا نہ کروں

تجھ سے اخلاص بدستور کروں یا نہ کروں

اور جو بجائے ردیف ”ن“ کے ”ی“ کے درمیان آگئی ہے۔

غزلوں کا حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

کب مجھ سے شکر ہوئے بیان اس کریم کا

عالم نواز جو کہ ہے گنج عمیم کا

درق ۹۶ ب سے رباعیات شروع ہوتی ہیں جن میں سے ایک مہاراج کے

لڑکے کی سالگرہ کے موقع پر دوسرے امیر اعظم ارسطو جاہ کی سالگرہ کے موقع پر بھی گئی ہیں۔

اکثر مہاراجا کی تعریف میں ہیں بہت سی رباعیاں مروجہ مضامین شاعری پر ہیں۔

درق ۷۶ ب۔ مسدسات۔ ایک بندہ نواز کیسودرازا خواجہ قاسم علی حسینی کی

ہج میں ایک مہاراجا کی تعریف میں ایک نواب ارسطو جاہ کی ہج میں۔

درق ۸۳ ب۔ خمسات جس میں سے تین سودا کی غزلوں پر ایک قائم کی غزل

پر قضین ہے۔ باقی عام مضامین شاعری سے متعلق ہیں۔

درق ۸۹ ب۔ قصائد۔ ایک نعت میں دوسرا منقبت علی کرم اللہ وجہہ۔ ایک قصیدہ

نواب نظام علی خان بہادر کی ہج میں دو نواب اعظم الامرا ارسطو جاہ کی سالگرہ کی تہنیت میں نواب

منفرت آباد (نواب نظام الملک آصف جاہ پنہا) کی تہنیت نوروز میں ایک قصیدہ اور ایک

۱۵ غالباً مہاراجہ بہادر چند لعل علی جوایان کے معاصر اور دکن کے مشہور امیر کبیر تھے۔ (لاحظہ ہو

گلزار آصفیہ ص ۲۲ تا ۲۳)

۱۶ دیکھو ”گلزار آصفیہ“ ص ۱۵۱ اعظم الامرا ارسطو جاہ معین الدولہ مشیر الملک غلام سید خاں پنہا

جن کا سلسلہ نسب نوشیروان عامل پر منتہی ہوتا ہے۔ والد فرخ نثار خاں نے حضرت

آصف جاہ اول اور نواب میر نظام علی بہادر کے عہد میں ملک کی اہم خدمات انجام دیں

(گلزار آصفیہ ص ۱۵۱)۔

قصیدہ رزمیہ در شان نواب غفران مآب انواب میر نظام علی خاں بہادر اور قصیدہ
ارسطو جاہ کی بیج میں ایک نواب سردار الملک شہید کی تعریف میں۔ ایک ارسطو جاہ
کی لاک کی شادی کے موقع پر ایک سیلماں جاہ کی ساگرہ کی خوشی میں اور ایک قصیدہ
نواب فیر الملک کی بیج میں لکھا ہوا ہے۔

ورق ۱۱۸۔ ب فتویات جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مثنوی باران برق تاب

(۲) اشتیاق نامہ

(۳) مع فراق

(۴) ہجو صاحب

پہلی غزل کے ناصیہ پر ایک مہر لگی ہوئی جو صاف نہیں ہے صرف
”بیکتہ نعل“ پڑھا جاتا ہے مہر کا سنہ ۱۲۷۵ء ہے۔
ترقیمہ:-

تمت تمام شد دیوان شیر محمد خاں ایمان بموجب

حکم رائے سوری جمل سردور تبلیغ ۱۱ جمادی الاول ۱۲۷۵ء

راستم بحروف مرزا ہاشم بیگ صفت

کلیات ایمان کے اور تین قلمی نسخے ہماری نظر سے گزرے جس میں
سے ایک جناب عبدالرزاق صاحب مددگار صدر محاسب کے پاس
دوسرا جناب عمر یافعی صاحب کے اور تیسرا کتب خانہ آصفیہ میں موجود
ہے۔ (ضمیمہ فہرست غیر مطبوعہ)

(۲۱) دیوان بیدار اور دیوان یقین (۷۷ نمبر)

اور لوق ۱۴۱۔ بطور ۱۰۔ تقطیع $\frac{1}{4} \times 8 \times \frac{3}{4}$ نستعلیق خط درسی کاغذ
یقین کا دیوان نامکمل ہے۔ آخری اور اق غائب نسخ
ہدایت بیگ سنہ تحریر ۱۲۱۲

بیدار تخلص ہے میر محمدی کا جو شاہ جہاں آباد کے رہنے والے تھے خواجہ میر درد
کے بڑے دوست تھے اور ان کی صحبت سے مستفیض کہا جاتا ہے کہ خواجہ صاحب
کو اپنا کلام بھی دکھایا ہے شعر و شاعری کا بڑا ذوق تھا۔ دہلی کے زبان دانوں کے
ہمیشہ مہنوار ہے غزلیں ردیف و ترتیب دی ہوئی ہیں۔ درق ۸۱ ب تک
غزلیں ہیں ۸۲ ل و ب پر نام تمام غزلوں کے مطلع اور مقطعے اور متفرق اشعار
ہیں درق ۸۳ ل و غمسات شروع ہوتے ہیں۔ ان میں سے دو حافظ کی غزلوں پر دو
سودا کی ایک درد اور ایک قائم کی غزل پر تعین ہے۔ دو مخمس اور ہیں جن میں
سے ایک نام تمام منقول ہے۔ درق ۹۲ ب پر جرات کا ایک داسوخت لکھا ہوا
ہے۔

آغاز

ہے نام تیر باعث ایجاد رقم کا
مخلج نہیں و سف تیر لاج و قلم کا

خاتمہ

تیری سواری کی خبر سننے ہی اے آرام جان
وہڑے ہیں ہاں شوق کو گہرے نکل اہل بہاں
کیا طفل کیا پیر و جوان کہتے ہیں وہ دیکھو میاں
سلاخو باں میر و دہر سو ہجوم عاشقاں
چاہک سواراں بھٹکے گدیاں بھٹکے

اس دیوان کے خاتمہ کے بعد جبرأت کا ایک داسوخت درج ہے۔
”یارب اندوہ جدائی سے تو مرنا بہتر“

دیوان بیدار کے دو نسخے انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہیں۔ (ملاحظہ

ہو فہرست مرتبہ بلوم ہارٹ نمبر ۱۵۶ و ۱۵۷)

درق ۹۲ ب سے یقین کا دیوان شروع ہوتا ہے یقین کا پورا
نام انعام اللہ خاں ہے جو دہلی کے ابتدائی ریختہ گو شعرا میں ہیں۔ شاہ جہاں آباد
کے متوطن انور الدین خاں کے بیٹے اور شیخ عبدالاحد سرہندی مجدد الف ثانی کے
پر پوتے تھے۔ اردو کے باکمال شاعر مرزا منظر جانجاناں کے بڑے پیارے
شاگرد تھے۔ شہر میں ان کے متعلق یہ افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ یہ خود شعر نہیں کہہ سکتے
بلکہ مرزا منظر شعر کہہ کر ان کا نام داخل کر دیا کرتے ہیں۔ لیکن میر تقی میر نے اپنے تذکرہ
میں اس کی تردید کی ہے۔ مخفی نے لکھا ہے کہ ۲۵ سال کی عمر میں کسی تقصیر پر انکے
اپنے ان کو مار ڈالا۔

یقین کی شاعری کا درجہ بہت بلند ہے اپنی شاعری کے آگے وہ
دوسروں کے اشعار کو بیچ سمجھتے تھے اگر وہ نو عمری میں انتقال نہ کرتے تو

۱۔ تذکرہ ”گلشن ید“ مرزا علی الملک (مطبوعہ لاہور ۱۳۵۹ء)

۲۔ تذکرہ ”گلشن ید“ ص ۱۵۹

(ایمان) کا خطاب عطا ہوا تھا انھیں میں سے ایک اے امان نادر شاہ کے حملہ دہلی (۱۲۳۸ھ) میں مقتول ہوئے تھے۔ وہ کوچہ جس میں یہ رہا کرتے تھے اب تک ان کے نام سے موسوم ہے۔

جرات نے سب سے پہلے بریلی کے نواب محبت نانا بن حافظ رحمت خاں کی ملازمت اختیار کی۔ ان کے مرنے کے بعد انھیں جہاں مرزا سلیمان شکوہ خلیفہ شاہ عالم بادشاہ کی سرپرستی نصیب ہوئی نہیں انکا انتقال ۱۲۴۸ھ میں ہوا۔ اسخ اور ناسخ دونوں نے انکی دفاتر برتائیخی قطعے لکھے۔

جرات مرزا جعفر علی حسرت کے شاگرد تھے۔ شاعری کے علاوہ موسیقی اور نجوم میں بھی مہر و نگاہ تھی۔ قسمتی سے کم عمری میں انکی انھیں ضائع ہو گئی تھیں جسکے کئی لطیفے نہایت تفصیل کیساتھ آراوئے اپنے علوی شگفتہ اسلوب میں بیان کئے ہیں۔ فیناخ کے خیال کے مطابق ان کی انھیں انیس سال کی عمر میں جو چمک سے ضائع ہوئیں۔

دیوان جرات کا ایک نسخہ کتب خانہ انڈیا آفس میں (فہرست مرتبہ پروفیسر طبع ۱۹۳۳ء) اور برٹش میوزیم میں ایک نسخہ کلیات کا ۱۲۷۰ء اور ایک نسخہ دیوان کا (۱۲۷۰ء) موجود ہے۔

آغاز

نالہ موزوں سے مصرعہ آہ کا چسپاں ہوا

زور یہ پر درد اپنا مطلع دیوان ہوا

خاتمہ

عاشق کچھ دل بلاق یار کے موتی کی طرح

بوسکے خواہش میں اس لب پہ لٹکتے ہو گئے

ترجمہ نہیں ہے۔ درمیان میں ایک درق سادہ چھوڑا گیا ہے کہیں کس غم کو

نیچے یا درمیان جگر جھوٹی ہوئی ہے۔ بر درق ۱۱ پر "ظہیر الدین احمد نانا بہادر" کی تین "مہر" لگی ہوئی ہیں جس کا اشارہ ہے۔

(۴۳) دیوان سراج (۷۷۵)

اوراق ۳۱۴۔ بطور ۱۰۔ تقطیع ۳/۴ x ۷/۸۔ خوشخط نستعلیق
کاغذ دیسی۔ مکتوب ۱۲۵۱۔ بمقام حیدر آباد کنز السخا کا نام نہیں ہے
یہ سید شاہ سراج الدین سراج اوٹنگ آبادی کے دیوان کا ایک غیر مکمل
نسخہ تھا لیکن کتب خانہ میں داخل کرنے کے وقت اسکی وہ تمام غزلیں جو اس میں
موجود نہیں تھیں کتب خانہ آصفیہ کے نسخوں کو پیش نظر رکھ کر لکھوائی گئی ہیں۔ ہوشیہ کے
طور پر دیوان کے ساتھ منسلک ہیں۔

سراج کی مثنوی ”بوستان خیال“ اس مجموعہ میں شامل ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۷)
دیوان کے نسخے گمیاں ہیں جن پر اسے ایک غیر مکمل نسخہ کتب خانہ انڈیا آفس
میں موجود ہے جس کی بتداردیف دائرہ کی ایک خرا سے ہوئی ہے۔

اس لب لعل بزم شکر شیریں کہو
اس لف دست کو کھد تہ رنگین کہو

(ملاحظہ ہو فہرست جوم پارٹ ۲۱۹)

وہ نسخے کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد کنز) میں بھی ہیں (ملاحظہ ہو

۹۹ و ۱۰۰ دواخانہ اردو فہرست جلد اول صفحہ ۷۷)

اعجاز

نام تیرا مطلع فہرست ہی دیوان کا
ہے ریان کا اور دغا ص اور ذلیفہ خان کا

خاتمہ

کیا ہے یردو دل جس نے فانوس
سراج اس کو خیال شمع رو ہی

ترتیب

تمت تمام شد دیوان سراج مرقوم بہت ہشتم ربیع الاول ۱۲۵۱ھ
در بلدہ فرخندہ بنیاد

(۴۴) دیوان عاشق (۶۷۱)

اوراق ۸۸۔ سطور ۱۷۔ تقطیع ۱۰ × ۶ خوشخط نستعلیق کرم خوردہ

کاغذ دیسی آخری حصہ ناقص۔ آخری اوراق غائب

دیوان میں کسی جگہ سے مصنف کے نام کا پتہ نہیں چلتا۔ آخری اوراق
نہ ہونے کی وجہ سے کاتب کا نام اور سن کتابت بھی نہیں ملتے غالباً یہ عاشق کوئی
غیر معروف شاعر ہے جس کے اشعار موجودہ تذکرہ میں نہیں ملتے زبان نسبتاً صاف
اور شستہ ہے۔ غالب قیاس یہ ہے کہ یہ کوئی شمالی ہند کا شاعر ہے جو انیسویں صدی کے
ادائل میں گزرا ہے۔

دیوان غزلوں پر مشتمل ہے جو ردیف وار ترتیب دی گئی ہیں۔
آغاز حمد سے ہوتا ہے۔

کر سکے وصف اس حدائے پاک کا
ہے کہاں مقدور مشقت خاک کا
بہوئی اس کی معرفت کے کُنہ کو

حوصلہ نہ مہم نہ ادراک کا

خاتمہ

رخصت جان ہے کیا اج ہمارے

نالہ دلی جو کچھ شب سے سنا آتی ہے

اسی ورق (۸۸ ب) کے گوشہ میں آئندہ صفحہ کا بہت دلی لفظ

بیٹھ " (اور کچھ لکھا تھا جو ضائع ہو گیا ہے) لکھا ہوا ہے۔

(۴۵) دیوان ولی (۷۷۷)

اوراق ۲۳۰ سطور ۹ تقطیع ۹ x ۵ مستطابق خط سنہ

۱۲۱۳ کو شہر حیدرآباد میں لکھا گیا۔ نسخہ نے

کاتب احرار لکھا۔ کرا نام چھوڑ دیا ہے۔ کاغذ دہلی

چن اور اوراق کا حاشیہ سُرخی سے نقش ہے

ولی کے نام اور وطن کے متعلق استعارات ہیں۔ اس کی وجہ اس نام

کے کئی ایک شاعر کے حالات کا مطالعہ ہو جاتا ہے۔ منشی و گیارہ شاد اور

نے اپنے تذکرہ شعرائے دکن موسومہ "دختر السیاسة العلمیة فی التعلقات المنظوم

(لامورہ ۸۷۱/۱ ص ۱۱۷-۱۱۸) میں اس کو گجرات کا باشندہ بتلایا ہے

آزاد نے بھی جیکہ قدرت اللہ خاں قاسم کے حوالے سے اس کو اسم آباد

گجرات ہی کا باشندہ فرض کیا ہے۔ لیکن ولی "نظم آرد دلی نسل کا آدم"

لے "آبہات" رسواں ایشیاء

اورنگ آباد کا باشندہ ہے۔ (چمستان شعرا اور نکات اشعار) چند روز کے لئے دلی گجرات دہلی اور حرمین الشریفین بھی گئے تھے۔ صوفی نش ہونے کی وجہ سے گجرات کے اولیاء اللہ سے خاص عقیدت تھی۔ سورت کی تعریف میں بعض بہترین نظمیں لکھی ہیں جن سے ان کے گجراتی ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے۔

دلی کا پورا نام محمد ولی ہے۔ انکی تاریخ پیدائش ۹۰۷ بتلائی جاتی ہے نہیں ۱۱۱۲ ہجری میں احمد آباد سے ابو المعالی کے ہمراہ دہلی گئے تھے اس سے پہلے ہی ان کی اردو شاعری کا آغاز ہو چکا تھا۔ دلی میں شاہ سعد اللہ گشتی سے بیعت کی اور کچھ عرصہ کے بعد اورنگ آباد واپس ہوئے۔ پھر گجرات کا سفر کیا۔ یہاں عرصہ تک رہے اور تعلیم پائی۔ یہیں ان کی منظومات کا بیشتر حصہ مرتب ہوا غالباً اس کے بعد وہ حرمین الشریفین روانہ ہوئے۔ اس کا ذکر اپنے ایک شعر میں کیا ہے۔

ردنے سنی فارغ (ہو) دلی پیو کو دیکھا
کعبے کی زیارت کیا دریا سوں اتر کر

دلی نے حسب فیہ تصنیفات چھوڑے۔ (۱) کلیات (۲) دو مجلس منظوم (۳) رسالہ نور المعرفت (شتریں) شیخ محمود کرمانی کے سلوک کے ایک رسالے کا ترجمہ ہے۔ جو ۱۱۰۹ میں مکمل ہوا۔

کلیات میں بیشتر غزلیں ہیں جو ردیف دار ترتیب دی ہوئی ہیں انکے علاوہ رباعیات فردیات غمسات مثلث ترجیع بندہ ثنویات اور قصائد بھی ہیں۔

دلی کا کلیات گارساں دتاسی کے اہتمام سے ۱۸۳۴ء میں بمقام پارس چھپا۔ اور ۱۸۳۶ء میں بعض غزلوں کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ۱۸۷۰ء

لہ مقدمہ کلیات دلی مطبوعہ انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد دکن) ۱۹۱۲ء ص ۱۲

میں بمبئی میں محمد متھوڑ نے اس کو چھاپا تھا۔ اس کا ایک اور اڈیشن منشی نوکشتور نے ۱۸۷۸ء میں لکھنؤ سے شائع کیا۔ یہ مطبوعہ کلیات محمد مردان علی خاں نظام (جو سلطنت میواڑ کے دیوان اور وزیر اعظم رہ چکے تھے) کے کتب خانہ کے مخطوط سے منقول تھا۔ ۱۸۸۰ء میں مسٹر موئے لکھنؤ کے مجسٹریٹ نے دلی کی چند غزلوں اور قصیدوں کو فراہم کیا جو نول کشور کے مطبوعہ نسخہ کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر شامل کئے گئے ہیں۔ حال ہی میں انجمن ترقی اردو نے اس کا ایک نیا اڈیشن بسیط مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ دلی کی دفات کا ٹھیک سنہ نہیں معلوم ہوا۔ لیکن ۱۱۳۰ھ اور ۱۱۴۳ھ کے درمیان اس کا انتقال ہوا۔ کیونکہ پہلے سن میں دلی نے اپنی کتاب ترجمہ روضۃ الشہداء ختم کی اور ۱۱۳۴ھ کے لکھے ہوئے ایک دیوان کے آخر میں ختم شد دیوان ولی رحمت اللہ علیہ سے اس کے اس سنہ میں موجود نہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ غزلوں کا آغاز یہ ہے۔

کتیا ہوں ترے نام کوں میں در زبان کا
کتیا ہوں ترے شکر کو عنوانِ بیاں کا
جس گرد اوپر پاؤں رکھیں ترے رسولان
تس گرد کوں میں کھل کر دین دیدہ جاں کا

ورق ۵۸ ب سے رباعیات شروع ہیں۔ پہلی رباعی یہ ہے۔

لے جمود و عالم کا ترکہ بہ بہ خدا
محتاج تری ذات سوں سب شاہ گدا

۱۔ انڈیا آفس کے اردو مخطوطات کی فہرست نمبر ۱۱۳۲ ص ۶۱

۲۔ انڈیا آفس کے اردو مخطوطات کی فہرست نمبر ۱۱۲

۳۔ اردو قدیم مولفہ مولوی شمس اللہ قادری ص ۹۵

مجھ عاجز بیکس بہ نظر رحم سوں کر
اے منظر ہر ناظر منظور خدا
درق ۱۸۸ ب سے منسردیات شروع ہوتے ہیں۔

دزرں سوں کہا کیا تیر بریں دیکھا مجھ
بولی کہ کچھ چھپڑ مجھے سینا ہے
درق ۱۸۹ ب سے محسنات کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلا شعر یہ ہے۔

تیر قدم کے فرشِ مینین سب دن چھو
تجھ نقش پا مجھ سیس کا حب الوطن سب دن چھو
درق ۲۰۱ ب سے مثلث شروع ہوئے ہیں۔

دیکھ غمزہ تیرے کا جو روحِ وفا
ہوش عاشق کے اڈ چلے بہ ہوا
درق ۲۰۲ ب سے ترجیع بند شروع ہوتے ہیں پہلا شعر یہ ہے۔

اے توں مقبول سرور عالم
اے توں فہرست دفتر عالم
درق ۲۰۹ ب سے مثنویات شروع ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے۔

اپنی دل اوپر دے عشق کا داغ
یقین کہ نین جن سٹ کھل اناغ
درق ۲۱۲ ب سے قصائد شروع ہوئے ہیں۔

عشق میں لازم ہے اول (۱) کون فانی کہ
ہو فانی اللہ دائم یاد یزدانی کرے

ترقیمہ

آمدہ در معرض تسلیم دیوان ملی
 از برای خاطر معور شاہ تادری
 منت تمام خد دیوان دلی بتاریخ بہست و چہارم بروز چہارشنبہ
 در پہر اول در بلدہ منہ خندہ بنیاد ۱۲۱۳ ہجری
 اس کے بعد ایک مرتبہ شروع ہوتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے -
 جب سوں کئے دوستہاں آہ درینا دین
 غم میں ہے ہر دوہاں آہ درینا دین
 دیوان دلی کے خطوط اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں (انڈیا آفس لا
 تا نمبر ۸ نسخے برٹش میوزیم ۱۷ اسپرنگ فیلڈ)

(۴۶) دیوان ہزبر (۸ نمبر)

اوراق ۵۶ سطور ۱۴ - دا قطع ۱۱ x ۷، نستعلیق چکنے والی تہ نگند
 پر ۱۶ شعبان ۱۳۳۰ بروز چہارشنبہ کو شہر حیدر آباد دکن میں
 محمد اشرف الدین ولد محمد عزیز الدین صیغہ دار مرقعہ محکمہ معتمدی
 صرف خاص مبارک پیشی خداوندی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تصنیف
 ۱۲۴۶ ہجری

دیوان ہی کے ورق اول کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزبر تخلص ہے مرزا محمد
 ہزبر علی بہادر بے کاجو الوالہ منصور ناصر الدین بادشاہ عادل قیصر زمان محمد واجد علی شاہ پادشاہ
 اودھ کے خلف اکبر تھے -

آغاز

عقل حیراں ہو گئی محو تماشا ہو گیا
کیا کہوں ایک لفظ کن سے خلق کیا گیا ہو

خاتمہ

شہرہ ترے سخن کا ہر سو ہنر پر پہنچا
دھو میں بجی ہیں کیا کیا عسین آفریں کی
آخر میں مصنف نے تاریخ طبع دیوان ایک مصرعہ سے - ۱۲۹ - نکالی ہے -
بین لطف خیالان محبت
اس تاریخ قطعے کے علاوہ منشی محمد عبدالعزیز اعجاز رقم کے چار تاریخ قطعے
ہیں اور منشی محمد یعقوب کا ایک جہیز دیوان ختم ہوتا ہے -

تقریب

کتاب ہذا بتاریخ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۱ مسوقت چار ساعت
صبح بروز جمعہ ۱۰ شعبان ۱۳۳۱ میں سیرا آگین محمد اشرف الدین
ولد علیچاں مولوی محمد عبدالعزیز صاحب صیغہ دار ارفع
مستحکم مقدمہ فرما کر بیعتی خداوندی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعالیٰ میر غلام علی
والی کو کن شروع نمود و بتاریخ ۲۷ رمضان ۱۳۳۰ بروز روز شنبہ بوقت
سات ساعت صبح با تمام رسید

(۴۷) کلیات النساء (۷۷۹)

اوراق ۱۶۵ سطور ۱۲ - تقطیع ۱۲ x ۱۶ - متعلیق شکستہ آمیز

چند کرم خدہ نسلخ میر ابو القاسم طباطبائی مکتوبہ ۲۹ صفر ۱۲۷۰

یہ تعلیمات میر انشا رائد شاخ انشا کے کلام کا مجموعہ ہے۔

شعرا نے اُردو میں انشا کا درجہ نہایت بلند ہے۔ انشا حکیم میر انشا رائد شاخ کے فرزند ہیں جو مصدر تخلص کرتے تھے۔ ان کے افادات سے بھی کئی نظمیں موجود ہیں حکیم انشا رائد شاخ کے آباد اجداد نجف اشرف کے رہنے والے تھے۔ ان کے باب نواب ذوالفقار شاخ کے عہد میں ہندوستان آئے اور مرکز ملتان دہلی میں مقیم ہوئے حکمت کے زور سے دربار تک رسائی حاصل کی اور درباری طبیب مقرر ہو گئے۔ دہلی کی تباہی کے بعد حکیم مصدر مرشد آباد میں نواب سراج الدولہ کے پاس آ رہے جہاں ان کی بڑی وقعت کی حاکم تھی یہیں میر انشا قوالہ ہوئے۔

انشا نے متعدد علوم و فنون اور السنہ میں کمال حاصل کیا اور فن شعر میں اللہ سے مستفیض ہو کر دہلی کی طرف کوچ کیا۔ یہاں شاہ عالم بادشاہ نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ کچھ دن یہاں گزارنے کے بعد انشا لکھنؤ آکر مستقل طور پر رکن پذیر ہو گئے (۱۲۰۰ء) لکھنؤ میں انھیں شہزادہ علیاں شکوہ کی سرپرستی مل گئی۔

شہزادہ خود بھی شاعر تھا۔ اور شہور شاعر غلام مہدی مصحفی سے شعر میں اصلاح لیا کرتا تھا۔ اب یہ خدمت انشا کے سپرد ہوئی نواب سعادت علی خاں برہمپور بھی خوب ربط و ضبط پڑھ گیا۔ نواب موصوف کے لطائف کو انشا نے لطائف انشا کے نام سے جمع کیا۔ (ملاحظہ ہو ریو کا فارسی کٹلاگ صفحہ ۶۱ و ۶۲) آزاد کہتے ہیں کہ انشا کا انتقال ۱۲۳۳ھ میں ہوا یہ سنہ ان کے ایک شاگرد بسنت سنگھ نشاط کے قلعہ تاریخی سے نکلتا ہے۔

انشاء کئی زبانوں کے ماہر اور اپنے باپ کی طرح حاذق طبیب بھی تھے فارسی اور عربی میں کمال حاصل ہونے کے علاوہ ترکی کشمیری بھج بھاشا پشتو سب جابی اور دوسری زبانوں سے بھی فی الجملہ آگاہ تھے۔ انشاء پہلے شخص خیال کے ہاتھ ہیں جنہوں نے اردو زبان کی لسانیات پر قلم اٹھایا اور ”دریائے لطافت“ کی صورت میں اپنی کاوشوں کو جلوہ گر کیا۔ مشہور ہے کہ انشاء نے یہ کام مزار احمد قتیل لکھنوی کی شراکت میں ۱۲۲۰ھ کو مکمل کیا۔ ”دریائے لطافت“ کے تألیف اور تصویف کئی ادیشن نکل چکے ہیں ۱۲۴۸ھ میں بمقام مرثیہ آباد طبع ہوئی۔ (ملاحظہ ہو ریو صفحہ ۹۹۸) پشتو فارسی زبان کی قواعد پر بھی انہوں نے ایک نئی لکھی اور ایک داستان جس میں فارسی یا عربی لفظ کے نہ لانے التزام کیا گیا ہے۔ پشتو کی قواعد کا انگریزی ترجمہ یادری ایس سلیٹرے لکھ کر ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے رسالے میں شائع کیا (جلد ۲۱ اور ۲۲، ۱۸۵۲ء و ۱۸۵۵ء)۔

کلیات انشاء دہلی میں ۱۸۵۵ء میں طبع ہوئی اور ۱۸۷۶ء میں لکھنؤ سے چھپی۔ اکثر ادیشن کلام کی ترتیب میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ زیر نظر کلیات کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

اس مخطوطے کے ابتدائی تین اوراق میں سے پہلا سادہ دوسرے تیسرے اور چوتھے (رخ ۱) پر متفرق تحریریں ہیں۔ ورق ۴ ب سے قصائد شروع ہوتے ہیں۔ پہلے قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے۔

اے خداوند مہر و ثریا و شفق

لمع نور سے ہے تیرے جہاں کو رونق

پہلا قصیدہ حمد و سرا منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں باقی قصیدہ

۱۔ ان کی تصنیفات کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فہرست اردو مخطوطات ایچ یا آس لاہوری، شمارہ ۱۵۵

میں ایک شاہ عالم، شاہ اور ایک سلیمان شکوہ کی مدح میں ہے۔ غزلیں ورق ۱۱۹ء سے شروع ہوتی ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے۔

صنما برب کریم یہاں تیری ہیں ہر ایک یہ مبتلا

کہ اگر است بر کج تو ابھی کہی تو کہیں بلا

ورق ۱۲۹ء ب پر غزلیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کے آخر میں ایک ترقیہ ہے جس کی نقل یہ ہے۔

”تمت بالخیر دیوان میر انشا اللہ خداں بتاریخ ۲ شہر صفر المظفر

سن ۱۳۳۰ ہجری

ورق ۱۴۰ء سے ریختی کا دیوان شروع ہوتا ہے۔ جس کا پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

جب سے کہ سامنا ہے اس چاد کی کلی کا

ہے درد مجھ کو حضرت مشکل کشا علی کا

ورق ۱۶۱ء ب پر ریختی کا دیوان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے آخر میں ترقیہ یہ ہے۔

تمت تمام شد بتاریخ بست دہم شہر صفر المظفر سن ۱۳۳۰ ہجری

بروز شنبہ کا تلحروف میر ابو القاسم طابا لبائی

ورق ۱۶۱ء ب کے بعد ایک قصیدہ نظام الملک سلیمان شکوہ آصف جاہ کی مدح میں لکھا ہوا ہے۔ جو ان کی سالگرہ کے موقع پر لکھا گیا ہو گا۔ پہلا شعر یہ ہے

زمی فتوح کہ کہو لیں دلونسی یا رکھ

موانفت کہ بہم دیں باختیار کر

خاتمہ

خائفی بجز آتش مجیم کہیو
کہلی نہ کام سے ہرگز پسند کار کرد

آخری دو اوراق بھی متنفسق تحریروں سے بہرے ہوئے ہیں۔
انشا کی کلیات کا ایک نسخہ ۱۸۲۶ء کا لکھا ہوا کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے
(ملاحظہ ہو فہرست جلد اول صفحہ ۵۲ نمبر ۴۵) ایک نسخہ کا ذکر اسپرنگر نے کیا ہے
جو موتی محل میں تھا ملاحظہ ہو اسپرنگر کی فہرست مخطوطات مشرق کتب خانہ مہات
شاہ اودہ جلد اول صفحہ ۷۱-۷۲۔ موتی محل میں انجی متوی ”مرغنامہ“ کا بھی ایک
مخطوطہ تھا۔ انڈیا آفس لائبریری میں کلیات کا ایک نسخہ ہے (لبوم ہارٹ کی
فہرست ہندوستانی مخطوطات ص ۷۱)

(۴۸) کلیات انشا (۱۰ نمبر)

اوراق ۱۱۲۔ سطور ۱۳۔ تقطیع $\frac{1}{4} \times 8$ ۔ شکستہ آمیز نستعلیق خط
کرم خوردہ مکتوبہ ۱۲۴۰۔ نسخ کا نام نہیں ہے
یہ میدان شاہ اندھاں انشا (ملاحظہ ہو صفحہ ۷۱ فہرست ہذا) کے قصائد
غزلوں اور رباعیات کا مجموعہ ہے۔
آغاز

صنابر بکرم بہاں عین ہر ایک قبلا
کہ اگر است بر بجم توامی کہی تو کہیں بلا

خاتمہ

اپنی تھی نظریں سب یہ کہانی میں کی
ہاں تم ہو قریب اور راتیں ہیں کی
کہتی ہو جو شجکو میں بہت چاہوں ہو
مونہ پر کی میاں یہ ساری باتیں ہیں کی

ترقیمہ

تمام شد دیوان انشاء اللہ خاں تبایخ پنجم شہزادہ مجید نور بخشیدہ
۱۲۴۰ ہجری

(۴۹) کلیات سودا (۷۸۱)

اوراق ۳۹۶ سطور ۱۵- تقطیع $\frac{3}{4} \times 9 \frac{1}{4}$ نستعلیق بید
کرم خوردہ آخری اور کچھ درمیانی اوراق غائب ہیں۔ کاغذ
وہی نسخ کا نام اور سن کتابت درج نہیں ہے

مرزا محمد رفیع سودا شعرائے اردو میں اعلیٰ رتبہ رکھتے ہیں قبل
میں ان کی زندگی کے حالات ”آبجیات“، ”گارساں وٹاسی کی تاریخ“
”ادب ہندوستانی“ جلد دوم ص ۶۶، ”آلہ آباد ریو یو جلد سوم شماره چہارم
(اپریل ۱۸۹۲ء) اور حالات سودا مولفہ احمد حسین خاں (لاہور ۱۸۹۶ء)
سے جمع کر کے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

سودا کے آبا و اجداد کابل کے رہنے والے تھے جن کا پیشہ سپہ گری تھا
ان کے والد مرزا محمد شفیع کابل سے بغرض تجارت دہلی میں آکر رہ گئے تھے

یہیں ۱۲۵ (۱۳۶۱ء) میں سودا پیدا ہوئے۔ تعلیم پہلے سلیمان قلی خاں و داد کے پاس اور پھر شیخ نھور الدین حاتم سے پائی۔ فن شاعری میں فارسی اور اردو کے مشہور شاعر سراج الدین سلیمان آرزو سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

سودا نے جوں ہی شاعری کے میدان میں قدم رکھا ان کی شہرت ہندوستان بھر میں پھیل گئی۔ اور شدہ شدہ شاہ عالم بادشاہ کے کانوں تک بھی پہنچی۔ بادشاہ خود شعر کہا کرتے تھے۔ سودا کو اپنی غزلیں دکھانے لگے بدتمتی سے سودا کی طبیعت تیز اور زور و رنج واقع ہوئی تھی جس سے نا ارض ہو جاتے اس کے لئے ان کے ہجوئیں نیرو نشتر سے زیادہ تیز کام کرنے لگیں۔ بادشاہ طبیعت بادشاہ عالم سے سودا کو جھگڑا دیا جس کے بعد یہ دربار شاہی سے منقطع ہو گئے۔ اور ساہا سال تک اپنے مرنی مہربان خان اور بست حاکم کے سایہ عاطفت میں عمر گزاری اس کے انتقال نے سودا کو بے یار و مددگار اور مجلس چھوڑ دیا۔ ۶۰ سال کی عمر میں دہلی چھوڑ کر وہ مسخ آباد کے نواب ہنگس حاکم کے یہاں کچھ دنوں کے لئے آ رہے۔ اور پھر لکھنؤ کی طرف کوچ کر کے ۱۱۰۵ میں نواب شجاع الدولہ کے ملازم ہو گئے۔ نواب کے انتقال کے بعد (۱۱۰۵ء) ان کے جانشین نواب آصف الدولہ نے ان کے لئے سالانہ چھ ہزار روپیہ تنخواہ مقرر کر دی اور ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

سودا کا انتقال لکھنؤ میں ۱۱۹۵ (۱۷۸۱ء) کو ہوا جبکہ ان کی عمر ستر سال کی تھی فخر الدین اور نسیم الدین منٹ نے یہی تاریخ انتقال لکھی ہے۔ لیکن مصحفی ۱۱۹۳ بتلاتے ہیں۔

سودا کی کلیات حکیم سید اصلاح الدین خاں نے ایک دیباچہ کیساتھ مرتب کی کلیات پہلی دفعہ ۱۸۰۳ء میں بمقام کلکتہ چھپی ۱۸۱۰ء میں ایک

انتخاب کلیات فورٹ ولیم کالج کے ارباب قلم نے شائع کیا تھا مولوی غلام حیدر ندوی سرخستہ دار کالج مذکور نے کلکتہ میں دیوان پر نظر ثانی کر کے ایک ضمیمے کے ساتھ جو غزلوں اور قصیدوں پر مشتمل تھا۔ ۱۸۴۷ء میں چھپوایا کلیات کا ایک لیتھوگراف بن میر عبدالحق آہی تلیند سید مومن خاں کی نظر ثانی سے ساتھ دیوانوں میں ۱۸۵۳ء کو دہلی سے چھپکر شائع ہوا ایک اور اڈیشن منشی نوکشتور کے مطبع (کانپور) میں ۱۸۷۲ء میں پہلی دفعہ اور ۱۸۸۷ء میں دوسری دفعہ چھپا۔ ان دونوں اڈیشن کے ساتھ سودا کا رسالہ ”معجرت الغافلین“ بھی شائع ہوا تھا۔

سودا کی منتخب مثنویوں کا ترجمہ بھیر بھیری کورٹ نے اردو ہائی پرفیشنسی امتحان کے امیدواروں کے لئے شملہ سے ۱۸۷۲ء میں شائع کیا۔ ان ہی مثنویوں کا دوسرا اڈیشن کیتان ایچ، اس، جارت نے کلکتہ میں چھپوایا

(۱۸۷۵ء)

آزاد کے قول کے مطابق سودا نے میر تقی میر کی مثنوی ”شعلہ عشق“ کو اردو شعر کا جامہ پہنایا تھا۔ اور ایک تذکرہ شعرائے اردو کا بھی مرتب کیا تھا۔ دونوں اب کمپاب ہیں۔

۱۔ کلیات کے ورق اب اور ۲۔ لہجہ حکیم سیار اصلاح الدین خاں مرتب دیوان کا فارسی دیباچہ ہے۔ اس کے بعد سے فارسی دیوان شروع ہوتا ہے جو ۱۷ اب پر ختم ہوتا ہے۔

۲۔ قصائد ورق ۱۸۔ ب سے شروع ہوتے ہیں۔ جو حمد، نعت، منقبت اہل بیت، مدح شاہ عالم نانی، اور امرائے دربار دہلی اور لکھنؤ قلعیدہ شہر آشوب مذمت مولوی ساجد اور مذمت اسب پر مشتمل ہے۔

آفسازیوں ہوتا ہے۔

ہو واجب کفر ثابت ہے یہ تمعائے مسلمانی

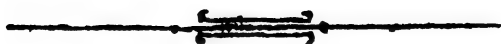
نہ ٹوٹی شیخ سے تسبیح زناں سلیمانی

۳۔ قصائد کے اختتام پر غزلوں کا دیوان شروع ہوتا ہے۔ جو ابجد وار مرتب ہے۔ لوح پر بسم اللہ کے نیچے یہ عبارت ہے: ”مالک اس کتاب نصر اللہ ساکن بیگم محل“ (۹) سنہ ۱۸۶۷ء یوم یکشنبہ۔ دیوان کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

مقدور نہیں اسکی تمکلی کے بیاں کا

جوں شمع سراپا ہوا کر صا زباں کا

۴۔ غزلیات کے اختتام سے قطعات مخمسات مثنویاں ہجو میر تقی مرثیہ گو، مرثیے ہجوئیں اس ترتیب سے لکھی ہوئی ہیں۔ ہجوئیں نامتام ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں ایک کمل اور اچھا نسخہ دیوان سودا کا موجود ہے۔ (جلد اول صفحہ ۶۶۶ نمبر ۵۸۵)۔ اس کے علاوہ برٹش میوزیم میں چار (فہرست ۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰) اور کتب خانہ جات شاہ اودھ میں ایک نسخہ ہے (۷۳)۔



مجموعہ نظم

بیاض (۵۰) (۱۳۷۷)

اوراق ۶۷، بطور ۵ تا ۱۰ تقطیع ۷ x ۷ ۱/۲، متعلق شکستہ خط
دیسی کاغذ آبدہ، کتبہ تقریباً ۱۷۷۷ء

یہ کوئی مسلسل رسالہ نہیں ہے۔ بلکہ کسی ہندو خاندان کی بیاض ہے۔
جس میں ہندی اردو اور فارسی شعرا کے کلام کے ساتھ خطوط کے مسودے، معاملاً کی تفصیل،
یہودین کا حساب غرض اکثر مورخ ہیں۔ ورق اول پر ایک باغی اور یہ تحریر درج ہے۔
”ایں خط راجہ دیو رام است“

جس سے معلوم ہوتا اس کے مالک راجہ دیو رام فرزند راجہ گرو داس
کریت و نت بہادر ہیں اور یہ انھیں کی تحریر میں ہیں۔

ورق ۴ ب پر ایک ہندی نظم (ہولی) درج ہے۔

ورق ۵ ب پر ایک رقعہ کا مسودہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ اہل ہندو بھی مسلمانوں کی طرح اپنے مروجوں کی برائی کے لئے ”ماتو“ کیا کرتے تھے
ورق ۶ ب پر ایک فارسی خط ہے۔

ورق ۸ ب پر تراب کی ایک اردو غزل ہے۔

ورق ۱۱ ب پر شادان (ہمارا چند و صل بہادر) کی اردو غزل ہے۔
(کیا جنس ہے تو دل سے حسرت بیدار ہوں تیرا)

ورق ۱۲ ب پر ”گنبدے درکہ دریاں قوم ز گھیاں متولمن اند“ (ترجمہ)

یہ ملک محمد جاغوسی کی جندی عطیں ہیں۔ میں سے پہلی نظم کسی ہندی
شاعر کے کلام کی تفسیر ہے۔ جیسا کہ اس کے بعد کے ترقیم سے
ظاہر ہوتا ہے۔
آغاز

ربا سیر بسم اللہ الرحمن الرحیم نغم بانجر

ٹیہ من اللہ میاں سوں لاوا
حمہ کھاوا ہتھ کر گاوا

خاتمہ

”آبس جوک سولانے جو کیو کلپے ہوئے
مچر کبت کھا ناں ایک ایک گھوڑے

ترقیمہ

”تمت تمام شد کار من نظام شد بتایخ بست من نغم رجب المرجب“
در بکار رائے چندری صاحب درآباد برائے خاطر دیوانہ صاحب
املاک قیاس ماں دیوان سید راجپو سلمہ اللہ تعالیٰ راقم کبشورائے ولد
بست رائے رقم کورہ موس کہ بظائے رستہ وطنہ من لہ تیج نفس شہ
خالی از غطا نبود۔“

درق ۵۔ رب یہ بھی ایک ترقیم ہے۔ ”تضمین مسالہ تصنیف ملک محمد جاغوسی
ص فرمود دیوان صاحب ہریان دیوان صیٹ راجپو سلمہ اللہ تعالیٰ
بتایخ سبم رجب المرجب“ ۱۷۵۷ ہجری دربر کہہ مدد (بندہ کیشورائے
رقم کردہ)

(۵۲)۔ گلدستہ گلشن معانی (۴ نمبر ۱۱۳)

ادراق ۳۳۱۔ سطور ۶ تا ۱۲ تقطیع ۳/۸ x ۶ شکستہ آمیز
نسبتیں خط۔ کرم خوردہ نسخ مرتب بیاض ہی ہے جن کا
نام بھوانی داس ولد تھوعل المتخلص بہ وضع تحریر ۱۲۰۶

یہ بھوانی داس ولد تھوعل واضح کی بیاض ہے جو فارسی اور اردو
کے شاعروں کے کلام پر مشتمل ہے۔

قدیم فارسی اور اردو دان بزرگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر ایک ایک
بیاض اپنے پاس رکھتا۔ جس میں وہ اپنی پسند کے اشعار درج کرتے۔
اس سے زمرہ بندی بھی کام لیا جاتا بلکہ یہ ایک قسم کی ڈائری ہوتی جس میں
ہر وہ چیز بطور یادداشت کے لکھی جاتی تھی جو صاحب بیاض کو متاثر
کرتی۔ ان بیاضوں کی جو ادبی قدر و قیمت ہے اس کی تفصیل تذکرہ گل رعنا
(عبدالمحی) کی تہمید میں مل سکتی ہے۔ ان بیاضوں نے اکثر شعرا اور ادیبوں
کو علمی دنیا سے روشناس کروایا ہے۔ شعرا کے تذکرے لکھنے کا رواج
بھی اس قسم کے احساس کے تحت پیدا ہوا۔

زیر نظر بیاض ۲۲۱ اوراق پر ختم ہوتی ہے بھوانی داس نے اسکو
کئی فصلوں پر منقسم کیا ہے۔ ہر فصل کا خاص عنوان مثلاً ”سراپا“ ”محمد“
وغیرہ ہے۔ جس کے ماتحت فارسی اور اردو شاعروں کا بہترین کلام جمع
کیا گیا ہے۔

بیاض کا تسلسل غالباً جلد سازی کی غلطی کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے۔ چنانچہ آغاز اس کا فصل دوم (نمبر ورق جو واضح کرنے کا ٹکڑا گیا ہے ۱۱۸ ہے) سے ہوتا ہے موجودہ ورق ۲۱ دراصل پہلا ورق ہے۔ جس سے ”توحید“ کے مضمون والے اشعار کا آغاز ہوتا ہے۔

ورق ۱۱۔ فصل دوم۔ ”شرار فراق و ہجران و سالے و ناخکبائے“
اس فصل میں تابان۔ صائب، غبار۔ ملا جامی۔ ملا نافع۔ طریخی سادجی (۹)، شاعر غریب۔ اور نواب خان خاناں۔ کے اشعار درج ہیں۔

ورق ۲ ب۔ فصل دوم۔ تواریخ وغیرہ
ابجد کے تمام حروف معہ ان کے مقررہ اعداد کے درج ہیں۔
ورق ۳ د ب۔ پیر جلال السیر۔ بدر چاچ۔ ناصر جنگ۔ اور علی کے اشعار ہیں۔

ورق ۴ ب۔ فصل نہم۔ متضمن صنعت اسب و خیل
حسب ذیل شعر کا کلام درج ہے۔ طالب آملی۔ خیدا۔ آصفی فیض حافظ۔

ورق ۱۹ جعفر سرزلی کا ایک رقعہ درج ہے۔
ورق ۱۹ ب کے آخر میں ایک نظم نحمدت تلب الدولہ لکھی ہے
ورق ۱۱ پر فصل دوم ”کنا یہ کتب و لطف و نشر و تجنیس و کسر الروف و نغز بے نقط۔“ اس فصل میں تمام ضائع و بدائع کے فارسی شعر درج ہیں۔
ورق ۱۲ د ”تاریخ مصنفہ عسکری صاحب خلیف میر علی فیاض“
(یہ ورق تاریخی اشعار کا ہے) جس میں محمد اعتبار خاں بہادر حسن صاحب فیاض برادر راجہ عسکری صاحب (تاریخ قتل ٹیپو سلطان) ٹیپو بوجہ دین محمد شہید خدا

اور زمانہ بظاہر عرف رجومیان کے فارسی اشعار تاریخی مندرج ہیں۔

ورق ۱۲ ب پر فارسی میں تاریخ تولد نمبرہ لالہ بھوانی داس (مساحہ بیاض) ”گل چہ بشفقت درجس امید“ (۱۲۰۲) لکھی ہے۔

ورق ۱۳ ا سادہ ۱۳ ب اور ۱۴ ا فارسی اشعار (صنائع و بدائع سعدی علیہ رحمۃ)

ورق ۱۲ ب فصل چہارم سوال و جواب شاہ جہاں و نور جہاں
نفسروئے اشعار (فارسی)

ورق ۱۵ ا مقدمہ فارسی صاحب بیاض ابتدا میں سہمی حمد و ثناء
و فیہ سرہ کے بعد لکھتے ہیں۔

اما لب چنین گوید نیاز اساس بھوانی داس لدنھو اصل
منشی اتخلص واضح کہ در اثنائے صحت و مصاحبت با
عزیزان مالی فطرت در شہر دارالسرور محمد نور عرف
ارکاٹ مرکوزی در میان فرصت کہ اگر (۹) عزیز
مستعدی انتخاب دو این شعرائے فارسی و ہندی
متقدین و معاصرین کردہ۔ و ابیات برگزیدہ ہر کدام را کہ
دالت معنی خاص داشتہ باشد فراہم آوردہ در ابواب و
فصول معین ترتیب داد۔

و تاریخ اتمام این مجموعہ از ہر یک مصرعہ این ابیات۔
بوضوح جواہر پربوست۔

سرایہ شوق و کامرانی
مجموعہ عیش و نکتہ دانی

آراش عقل و ہوش دانم
 عرض دامن شدہ حیانی
 در بزم دہد سرد و دوشنو
 خاطر بکمال شادمانی
 ہر فرد یریں سفید رنگین
 تصویر ہمہ چو نقش مانی
 واضح اصول اسل و س؛
 گلدستہ گلشن معانی
 اس کے نیچے ۱۲۰۶ ہجری لکھا ہوا ہے۔

ادراق ۱۸-۱۹-۲۰۔ سادہ میں ۲۱ لہ پر توحید نعت و غیرہ کے
 عنوان سے صاحب نظامی گنجوی۔ امیر خسرو۔ زیدے۔ قبضے۔ محفوظ بیدل
 طغرا کے فارسی اشعار درج ہیں۔

ورق ۲۲ لہ پر بیدل کی رباعی عالمگیر کی شان میں لکھی ہوئی نفل
 کی گئی ہے۔

ورق ۲۲ ب۔ کلام ایچاد حسن و عشق و جلوہ حسن (اشعار فارسی)

ورق ۲۴ لہ بیان حال ارباب کمال کلام اولیا رائد۔

ورق ۲۹ لہ باب سوم و مشتعل پر بیان عشق و ثابت قدمی و طامت

و رسوائی و آہ و نالہ و سوز و دل و عجز نیاز و اظہار بیخودی۔ بیدار دوالم۔
 بہر یازدہ فصل۔ (آکے تفصیل درج ہے)

فصل اول۔ در بیان عشق و ثابت قدمی و طامت رسوائی و سوز و گداز
 و عجز و نیاز و افتادگی و ضعف و جنون و اظہار بباد و الم۔ اس فصل میں کلیم۔

حامی - میر حسن - غنی کشمیری کے فارسی اور منعم عبدالحی تابان، میر درد یقین - سودا قائم - محمد اسماعیل، بے تاب - کے اُردو شعر درج ہیں۔

ورق ۳۲ لفصل دوم - ”در بیان حورو جفا معشوق وغیرہ“ میسر مرزا عجم قلی جلال اسیر - کے فارسی اشعار اور یک رنگ سودا نقد ملیحان ایجاد - ممتاز منظر - غزلت - میر محمد سعید ذوق - کے اُردو شعر درج ہیں۔

ورق ۳۵ لفصل سوم - ”در کیفیت آرزو و دعا و محبت و خیال و آغوش“ مشتمل ہے۔ صائب، میر، شیدا، ہمت، بابا عاشقاں، ناصر علی - ہمتا، کے فارسی اور سودا کے اُردو اشعار پر۔

ورق ۳۸ لفصل چہارم - ذکر بیوفائی وغیرہ - صائب - سائی - نسائی کمال جمد طالب آملی کے فارسی اور میاں قائم کے اُردو اشعار پر مشتمل ہے۔ ورق ۴۰ لفصل پنجم - بر بیان نصیحت و صفت دل مہل و صفت آن و شکست شیشہ دل الفت -

اس میں فارسی اشعار - صائب محمد ایوب، آزاد، خلیوا - فسائے، آصفی - اور بیدل کے درج ہیں۔

ورق ۴۳ لفصل ششم حقائق طعنہ و مداوی طبیب ”فارسی اشعار عشقی -

ورق ۴۴ لفصل ہفتم ”در بیان نزول، غرور و جوائے و صفت آن“ فارسی اشعار - آزاد - اور اُردو اشعار محمد صالح، ندی (ندا ۹)

ورق ۴۵ لفصل ہشتم - در بیان انعام و دشنام وغیرہ ”امانی اور ہلالی وغیرہ کے فارسی اشعار پر مشتمل ہے۔

ورق ۴۶ لفصل نہم ”بر کمیت و صفت رحم“ اس میں شیدا، سلیم

کمال نجمہ - آصفی اور صائب کے اشعار کے ساتھ کچھ ہندی شعر بھی درج ہیں۔
 ورق ۸۲ الفصل یازدہم براشعار مضامین شوق انگیز لطائف اوضاع و حرکات اقصائے
 سن سال لطیفان نو شاد کہ اسم آن غزال الہندی یعنی اسر انسون کہ عبارت از نایکا بہدراست
 ورق ۸۳ باب چہارم ”مستملہ وصف شراب و طلب آن و خوردن
 با محبوب و ساقی و توصیف بہک دانسیون وغیرہ آن و نظاریہ مہتاب و باغ
 و بہار و فزا و آب رواں۔ و فوارہ و آواز عند لیب و خزان و نمسہ مطرب
 و رقص و ساز و نواز و طعنہ نہار و محتسب و تعریف شعر و سخن و خط و منقسم ہر ذہن فصل
 مشتمل ہے۔ صائب - غنی کشمیری مرزائی مرزایاں آصفخان حافظ عمر خیام
 محمد قلی سلیم، خاقانی، احسن، طائب، آملی، ہمت، رضائی، موزوں، اسیر
 خسرو، علی، قدسی، جلال، موسیٰ خاں، کمال نجمہ، سودا، محمد اسمعیل،
 بے تاب، ٹیک چند بہار، سراج الدین علی خاں آرزو، خواجہ میر درد،
 خرم خاں، مرزا خاں یقین۔ کے اشعار اردو اور فارسی پر۔

ورق ۱۰۳۔ باب پنجم متضمن اشعار فصول اصول رسائل و سائل
 و عنوان مکاتبت و نامہ فرستادن و صبا و قاصد و بمقام ہش یار و شہداء
 فراق و ہجران و مینابی و بے صبری۔ و استدعاء و ترجم۔ اس میں آٹھ فصلیں ہیں
 جن میں تحت کے عنوانات کے ساتھ بیدل، سالم، زیب النساء، فیضی، احسن
 صالح، جامی، کے فارسی اشعار مندرج ہیں۔

ورق ۱۱۵۔ باب ششم ”متضمن براشعار تفصیل ذیل“ لکھنؤ پارہ فصول
 کے تحت شجاعت، عہد و بیان، اختلاط، تواضع، قناعت، دروغ و ہرزہ،
 انصاف و ظلم، اعتبار و انکسار وغیرہ راحت و افلاس، قیامت و قیامت
 بدنامی، خود نمائی، ذلت وغیرہ خوبی خورد سالے پہلوانے و جوانے کے مضمون

والے اشعار اسی ترتیب سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان میں عموماً اشعار کے ساتھ شاعر کے نام درج کرنے کے بجائے مضمون شعر کی سُرخ قلم کی گئی ہے۔ مثلاً دردِ غم "ظلم" وغیرہ۔

درق ۱۳۰ باب ہفتم۔ "در بیان شکوہ و شکایت اہل دنیا و بے مبری سپہر و حسرت طعنہ بر چہرہ کج رفتار و حسود و فرزند و غیرہ" تفصیل انصاف (فصل کی جمع ۶) ذیل :-

اس میں (۱۲) فصلیں ہیں۔ جن میں عمر خیام، ملا وحشی، ملا شیدا، صائب، محمد صلاح، مرزا گرامی (۹)، احسن، میر عماد، فیض سلیم، فغانی، زیب النساء، بیدل و حید کے فارسی اور زرعیہ (۹) بیگم کے اردو اشعار درج ہیں۔

درق ۱۵۰ اسے "اشعار آرد فارسی دہندی" کے عنوان سے فقیر، خیر، مظہر، ثابت، قاسم خاں، ہمزلف شاہجہان، تلمیم، کمال خبند، ناصر جنگ، نواب محفوظ خاں، رسا، مرزا انور اللہ، باقر صاحب گہڑ مہری، نائین بیراگی، عارف الدین خاں عاجز، نواز شمس خاں، ناباں، سوزان، عاشق علی خاں ممتاز، حاتم فیض اتم، سودا، نقد علیاں، ایجاد، عزت، سید عظیم الدین، صاحب، نواز شمس علی خان شیدا، شاہ مرزا خاں، ماہ مرزا کے فارسی اور اردو اشعار لکھے ہیں۔

درق ۲۱۰ باب دوم "متفحص برتو صیف سراپائے دلربا" اس میں چار فصلیں ہیں جو موئے سر، جعد وغیرہ افشاں پیشانی، جبین حسین، دراز دستی، پیکان و فدا، نگ چشم و سرسہ کے بیانات پر مشتمل ہے اس میں حسب ذیل شعر کا کلام ہے۔ طالب آلی اور شیدا۔

ورق ۲۰۷ لہ "رو و رخ حسن و ملاحت"

ورق ۲۱۹ ب۔ "در بیان خط و خال و پان و سی" ان دو فصلوں میں انھیں شعرا کا کلام درج ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

ورق ۲۲۲ لہ فصل ہشتم۔ "در بیان زخندان و گلو گردن و خمبغ" اس میں صائب، شیدا، جامی اور سعدی کے فارسی اشعار درج ہیں۔

ورق ۲۲۴ لہ ب فصل نہم۔ "سعد و دوست و پیچہ و سینہ و غیرہ" متسل ہے۔ صائب۔ ملا، شیدا، طوسی، زلالی، معقول (۹۱) خسرو۔

ملا علی رضا تہلی، جامی اور عالی کے فارسی اور سودا کے اُردو اشعار پر۔

ورق ۲۲۷ لہ فصل دہم۔ "کمر و نمرین و ساق و پاؤں و خبہ" صائب و جامی، سیرت، طوسی، صوفی، شیدا کے فارسی اشعار پر متسل ہے۔

اوراق ۲۳۰ و ۲۳۱ سادہ ہیں۔

۵۳ [ہندی کلام کا مجموعہ] (۱۵ نمبر)

راگ درپن

اوراق ۲۲۵۔ سلور۔ ۱۰ تا ۱۵ تقطیع ۳/۴ x ۳/۴ متعلق

شکستہ آمیز خط کرم خوردہ۔ اول اور آخر حصہ ناقص درمیان کے

بعض اوراق مطلقاً حاشیہ دار ہیں۔ نسخ میر بہادر الدین

اور عنایت اللہ عرف امیر صاحب مکتوبہ ۱۱۶۲

ہندی راگوں کا ایک مجموعہ ہے۔ جس کے پہلے فارسی کا مشہور رسالہ موسومہ ”راگ درپن“ مصنف فقیر اللہ (سلسلہ ۱۳۳۰ء) فن موسیقی پر لکھا ہوا مجلد ہے۔

”راگ درپن“ کا کاتب سید عنایت اللہ عرف امیر صاحب اور سنہ کتابت ۱۱۷۳ء ہے۔

درمیان کے کچھ اوراق سادہ ہیں۔ ان کے بعد ہندی راگوں کے مجموعہ کا حصہ شروع ہوتا ہے۔ جس کے بیچ کے چار اوراق مطلقاً عاشقہ کے ہیں پہلے ورق پر ”کتب میر بہاؤ الدین“ لکھا ہوا ہے۔ آخری حصہ ناقص ہے۔

آغاز (مجموعہ ہندی)

”چوتالہ۔ کبت بہیرون۔۔۔

تیرویہ پران پت ریجوری چونپ حاہ حائل ہوں
بدہ سکھہ دایک“

خاتمہ۔

کہانوں استت کروں تو تو ہی نکائی“

قصص

(۱) منظوم قصے

۵۴ - بوستان خیال (۱۳۱ خا ۱)

اوراق ۳۵ - بطور ۱۲ تا ۱۴ - تقطیع ۸ x ۴ - نستعلیق شکستہ آبرخط
ترجمہ تحریر کاغذ دہلی - بے حد کرم خوردہ - مکتوبہ ۱۱۹۵ ہجری
درمیان کے کچھ اوراق غائبہ ہیں

یہ مثنوی دکنی زبان میں ہے۔ اس کے مصنف سید شاہ سراج الدین التلخیص
برسراج ہیں۔ جو اورنگ آباد کے متوطن تھے۔ اور وہیں ۱۲۷۷ میں پیدا ہوئے
میر تقی میر نے اپنے تذکرہ میں اور ان کے اتباع میں میرمن نے ان کو سید مخدوم
دکنی کا شاگرد لکھا ہے۔

سراج درویش صفت بزرگ تھے۔ شاعری میں بھی ان کا پایہ بلند
ہے۔ ان کی تصنیفات میں ایک فارسی اور ایک اردو دیوان اور یہ مثنوی
”بوستان خیال“ سراج نہایت پرگو شاعر تھے زبان بھی نسبتاً زیادہ صاف
استعمال کرتے ہیں۔ ان کے اردو دیوان کا ایک مخطوطہ کتب خانہ تصفیہ حیدر آباد دکن

۱۷ - نکات الشعر ص ۱۱ - ”سان العصر“ ملاحظہ فرمائیے۔ تذکرہ شعرائے دکن ص ۱۲۵ -

میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ۱۵۱۱ء میں اپنے ہی کلام کا ایک نصاب۔ جمنان بھی کیا تھا سراج کا انتقال ۱۷۷۷ء میں ہوا۔

بوستان خیال میں مصنف نے ایک قصہ بیان کیا ہے۔ جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ سچا ہے۔ اس قصے کے واقعات میر تقی میر کی مثنوی ”مخواب دل“ سے مشابہ ہیں۔ یہاں بھی شاعر کی زبان سے شخص قصہ اپنے واقعات بیان کرتا ہے۔ کہ وہ کسی پر عاشق تھا، جس کی وجہ سے اس کو دنیا کی کسی چیز میں دیکھی نہیں ہوتی تھی۔ اسی حال میں ایک شخص نواب نظام الملک بہادر ”وزیر شہنشاہ ہندوستان“ کی فوج کا سردار، جبکہ فوج بالکل نڈی کی فتح کے بعد گھروٹ رہی تھا، ان کو اپنے ساتھ منّت و سماجت سے لیجاتا ہے تاکہ وہاں ان کا دل بہل سکے۔ اس کے ساتھ ایک روز باغ کی سیر کو کھینچے کھینچے چلے جاتے ہیں لیکن وہاں عجیب حرکتیں دیوانوں کی سی صادر ہوتی ہیں۔ اس پر وہ سرداران کو اپنا حال کہنے پر مجبور کرتا ہے عاشق اپنے عشق کا حال اور اس تہم کے واقعات کا ایک اور قصہ بھی سنا تا ہے۔ سردار کو سراج کے معشوق کی کھاؤ سے رنج ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ان کو سمجھا کر اپنے ساتھ ہی رکھ لیتا ہے۔

اعجاز :-

ارے ہمنشینو میرا دکھ سنو

مری دل کی گلشن کی کلیاں چنو

خاتمہ :-

نظر درد پر کوئے میری کری

ختم مثنوی کر دعا کو پڑھی تو

ترقیمہ

ایں قصہ ثنوی شاہ سرساج برائے خاطر عزیز برادر اقبال
شاہ . لکھنؤ تحریر یافت۔ بتلخ دوازدم سوال مقام
فرخندہ بنیاد ۱۹۱۱ء بحری

ثنوی کے آغاز سے پہلے 'دوق' اور 'دوب' یہ مختلف فارسی اور اردو
نظمیں ہیں۔ ثنوی کے اختتام کے بعد سودا کا مشہور قصیدہ 'تضہیک روزگار'
مندرج ہے۔ آگے سب سے آخر میں ایک ہندی نظم ہے جس میں فارسی جملے
بھی بلا تکلف استعمال کئے گئے ہیں۔

۵۵۔ قصہ حضرت تمیم انصاری (۲۱۳ھ)

ادراق ۹۵۔ سطور تقطیع ۳۰ x ۵ نسخہ خوش خط کاغذ کھرا
بعض درمیانی اوراق غلط سے جوئے نسخ کے نام اور
سنہ کتابت وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا

یہ منظوم قصہ تین سو سال پیشتر چنے گیا رھویں صدی بحری کے وسط میں
دکن کے ایک شاعر صنعتی کا لکھا ہوا ہے۔ اور غالباً اُردو منظوم قصہ نمبر ۱ کی تاریخ
میں ابتدائی باب ہے۔

صنعتی کا حال کسی تذکرہ میں نہیں ملتا۔ تمہیدی حصہ میں مصنف کے

حالات صرف اس قدر معلوم ہوتے ہیں کہ وہ بیجا پور میں پیدا ہوا۔ اور سلطانین
عادل شاہ ہیر کے اس نے دو سلسلے دیکھے ایک جگہ وہ "محمد شاہ" کی تالیف

لے قطعہ کم خوردہ سے کٹا ہر کرتے ہیں

بھی کرتا ہے۔

یہاں محمد شاہ سے پڑھنے والے کا خیال دکن کے ان تمام حکمرانوں کی طرف جاسکتا ہے جو اس زمانے کے قریب میں گزرے ہوں۔ اور جن کے نام کا جز محمد شاہ ہو۔ سلاطین ہمنیہ ہی میں اس نام کے تین حکمران گزرے ہیں۔ محمد شاہ بن بہمن شاہ (۷۵۹-۷۷۷) محمد شاہ ثانی (۷۸۰-۷۹۹) محمد شاہ ثالث جس کا پورا نام خمس الدین محمد شاہ تھا۔ (۸۶۷-۸۷۸) لیکن ان میں سے آخری بادشاہ کے عہد سے بھی صنعتی کا زمانہ مطابقت نہیں کرتا۔ یہ قصہ صنعتی نے ۱۰۵۵ میں لکھا۔ اس لحاظ سے محمد شاہ ثالث کا عہد قصے سے ایک سو اسی سال پہلے ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ صنعتی کا قصہ محمد شاہ ثالث کے عہد میں موجود ہوگا۔

اسی طرح قطب شاہیہ سلسلہ میں محمد قلی قطب شاہ کا عہد حکومت ۹۸۸-۱۰۲۰ تک ہے۔ اور یہ قصہ اس سے پچیس سال بعد لکھا گیا۔ محمد قطب شاہ (۱۰۲۹-۱۰۳۵) صنعتی کا معاصر ہو سکتا ہے۔ تاہم اس کے عہد حکومت میں بھی یہ قصہ نہیں لکھا جاسکتا۔

صنعتی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ محمد شاہ ابراہیم شاہ کے بعد تخت

نشین ہوا۔

ابراہیم کے بعد از ہوا نامدار

جگت میں محمد شاہ کامکار

اس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ صنعتی عادل شاہی سلسلہ کے

حکمران محمد عادل شاہ (۱۰۳۷-۱۰۷۰) کا معاصر ہے اور اس کے عہد میں اس نے یہ قصہ تصنیف کیا۔ کیونکہ محمد عادل شاہ سے بالکل پہلا ابراہیم عادل شاہ (۹۸۸-۱۰۳۷)

حکومت کرتا تھا۔ اوپر کے شعریں محمد شاہ کے نام کے ساتھ ”دادگر“ کی صفت یقیناً عادل شاہی لقب کی طرف اشارہ ہے۔

قصہ کا موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت تمیم انصاری کی فوق فطری مہمات ہیں۔ ان کی نوعیت حاتم طائی یا سند باد جہازی (الفلیلیہ) کے قصے کے واقعات سے ملتی جلتی ہے۔

قصے کی ابتدا حمد سے ہوتی ہے۔ اور حمد کے ختم سے پانچ شعر پہلے مصنف اپنا تخلص لاتا ہے۔ حمد کے نو د اشعار کے بعد لغت، منقبت، تعریف سخن (خضر) اور بادشاہ وقت کی مدح کے ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ اور ۱۱ شعر بالترتیب لکھے گئے ہیں۔

قصہ بارہ مقام (فضول) پر منقسم ہے۔ ہر فصل کی ابتدا سے پہلے اسی قسم کے مضمون کا ایک ایک ساقی نام بھی لکھا ہے۔ جو غالباً ابتدائی اردو کے ساقی ناموں کا ایک اچھا نمونہ ہیں۔

آغاز
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شنا بول اول توں سب جان کا
جو خلاق ہے جن و انسان کا

خاتمہ

بحمد اللہ از حسن توفیق رب
ہوا نظم و نخواستہ یو ختم سب

اس قصے کا ایک نامکمل مخطوطہ مولوی عبدالحق صاحب مستند انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد دکن) کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ تیسرا مکمل اور نفیس مخطوطہ نواب عنایت جنگ بہادر مدوگارا حکہ صفائی بدہ کے کتب خانے میں ہے۔

۵۶۔ قصہ ملکہ مصر ۱۳۱۳ھ

ادراق ۱۳۱۳ سلور ۴۔ تقطیع ۲۴ ۶ ۴ ۳ سننعلیق خطہ کاغذی
 نسخہ غلام مرتضیٰ سن کتابت ۱۲۱۶ ہجری سن تصنیف ۱۱۰۰
 ڈاکٹر ایتھ اسپرنگھام ریڈیفیو سر بلوم ہارٹ کی تحقیق کے مطابق
 ”قصہ ملکہ مصر“ دکن کے ایک شاعر محمد علی نام اور عاجز تخلص کا ہے۔

تو کچھ نا کچھ اس کی جاہلی جا
 بھر حال عاجز کو دیویں دعا

عاجز کا زمانہ وہ زیجان انگیز عصر ہے جس میں دکن کی اسلامی
 سلطنتیں الٹ دی جا رہی تھیں اور شہنشاہِ ادرنگ زیب غازی عالمگیر
 فتوحات میں مصروف تھے۔

عاجز کی تصنیفات میں اس قصے کے علاوہ ایک اور قصہ فیروز شاہ ہے جسکے قضا
 گل بکاولی کے قصے سے مشابہ ہیں۔ اور جو ایک فارسی قصے کا ترجمہ ہے۔

ملکہ مصر کا قصہ یہ ہے کہ مصر کی سلطنت کا ایک بادشاہ فیروز شاہ نامی تھا
 جس کے انتقال پر اس کی بیٹی ملکہ نامی تخت پر بٹھائی گئی گیا رمویں سال حب وہ
 شاہی کے قابل ہوئی تو اس نے اعلان کر دیا کہ وہ اسی شخص کے ساتھ عقد کرے گی
 جو اس کے سوالات کے تشفی بخش جوابات ادا کرے گا۔ یہ سوالات اور ان کے

۱۔ اچھے میر ۲۔ اسپرنگھام ۳۔ اٹوارٹ ص ۵۵ ۴۔ لوم ہارٹ ص ۲۳

۵۔ ۱۰۷۵ ۱۱۰۰ ۱۱۵۰ ۱۲۰۰ ۱۲۵۰ ۱۳۰۰ ۱۳۵۰ ۱۴۰۰ ۱۴۵۰ ۱۵۰۰ ۱۵۵۰ ۱۶۰۰ ۱۶۵۰ ۱۷۰۰ ۱۷۵۰ ۱۸۰۰ ۱۸۵۰ ۱۹۰۰ ۱۹۵۰ ۲۰۰۰

۱۔ لوم ہارٹ ص ۵۵ ۲۔ اسپرنگھام ص ۵۵ ۳۔ اٹوارٹ ص ۵۵ ۴۔ لوم ہارٹ ص ۲۳
 ۵۔ ۱۰۷۵ ۱۱۰۰ ۱۱۵۰ ۱۲۰۰ ۱۲۵۰ ۱۳۰۰ ۱۳۵۰ ۱۴۰۰ ۱۴۵۰ ۱۵۰۰ ۱۵۵۰ ۱۶۰۰ ۱۶۵۰ ۱۷۰۰ ۱۷۵۰ ۱۸۰۰ ۱۸۵۰ ۱۹۰۰ ۱۹۵۰ ۲۰۰۰
 ۱۔ لوم ہارٹ ص ۵۵ ۲۔ اسپرنگھام ص ۵۵ ۳۔ اٹوارٹ ص ۵۵ ۴۔ لوم ہارٹ ص ۲۳
 ۵۔ ۱۰۷۵ ۱۱۰۰ ۱۱۵۰ ۱۲۰۰ ۱۲۵۰ ۱۳۰۰ ۱۳۵۰ ۱۴۰۰ ۱۴۵۰ ۱۵۰۰ ۱۵۵۰ ۱۶۰۰ ۱۶۵۰ ۱۷۰۰ ۱۷۵۰ ۱۸۰۰ ۱۸۵۰ ۱۹۰۰ ۱۹۵۰ ۲۰۰۰

جو بات ہی حقیقت اس قصے کی روح رواں ہیں۔ سوالات سب کے سب اسلامی عقائد اور احکام قرآنی سے متعلق ہیں اور قصے کا مقصد ان مسائل کو ذہن نشین کرنا ہے۔ ملکہ کے سوالات حل کرنے کے لئے کئی ایک سر فروش نوجوان آئے اور قاصر رہنے پر جہل کے گھاٹ اُتارے گئے۔ آخر کار ایک ہندوستانی شخص جس کا نام عبداللہ عالم ہے۔ آتا ہے اور تمام سوالات کے تشفی بخش جوابات ادا کر کے شہزادی کو بیاہتا ہے۔ اس طرح تخت و تاج اس کو نصیب ہوتا ہے۔

آغاز

کہوں میں ثنا صفت حق کا اول
بنایا ہے دو جگ حکم بے بدل
رکھا جیوں معلق زمین آسماں
چلاتا ہے جو نت زمین اور زماں

خاتمہ

لے محمود اب پیر کا ناؤں لے
ختم کرد رازی کو سب جھوڑے
کھیکا اگر قوں تو ہے یو بھوت
جو تھوڑی ہیں اس وار کرتوں تر ت
اتایا دل میں اپنا امام
درود بر محمد علیہ السلام

قصے کی تاریخ تصنیف مصنف نے ۱۱۰۰ ہجری بتلائی ہے۔

کہ ہجرت بعد از برس ایک ہزار

ہو یک صو (یو) بولیا ہوں یو یا گار

۱۔ ایضاً اس کے نسخے میں اس کا نام عبداللہ عالم بتلا گیا ہے۔ یہی نام اس مجسمے کے دوسرے نسخے میں بھی ہے۔

تنت تمام شد بتایخ بست ہفتقم ماہ شعبان المنظم کاتب الحروف
 فقیر حقیر کترین غلامان غلام غلام مرتضیٰ بروزد و شنبہ باتمام
 ۱۲۱۶ھ ہجری

خاتمہ کے پہلے منقولہ شعر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمود دکنی نے عاجز
 کے قصے کو غالباً اپنا لیا ہے۔ زیر نظر عاجز کے نسخہ محمودی کا ہے عاجز کے اصل قصہ کا
 خاتمہ ان اشعار پر ہوتا ہے۔

لکھیا یو قصہ میں مبارک گھڑی
 طبق مشتری نور کی لے گھڑی
 دروداں کجہو دمدم محمد پر مام
 بحق محمد علیہ السلام

(ملاحظہ ہو فہرست انڈیا آفس نمبر ۳، ص ۳۶ مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی
 پریس ۱۹۲۱ء) اس مخطوطے کے آخری اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف
 محمود ہی ہے لیکن محمود کے قصے کا آغاز بالکل وہی ہے جو عاجز کے اصلی قصے کا
 ہے اور نیز خود عاجز کا نام شعر نمبر ۳ میں آگیا ہے۔ اس لئے یقیناً محمود نے
 عاجز ہی کے قصے کے آخر میں اپنا نام بھرتی کر دیا ہے۔ اسی طرح اور ایک شخص
 عبداللطیف نامی نے بھی عاجز کے اصل قصے کو کہیں کہیں اشعار مصرعوں یا الفاظ
 کی تبدیلیوں، اضافے یا کمی کے ساتھ اس کو اپنا لیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مجموعہ ہذا
 نمبر ۵۸)

لیکن اس مخطوطے کے پڑھنے والے کو اس کے محمود کی تصنیف ہونے کا شبہ
 اس وجہ سے بھی پیدا ہوتا ہے کہ مصنف کا نام جو شعر میں آیا ہے۔ اسکی طرف

بغیر علم کے توجہ نہیں دے سکتی۔

عبد اللطیف کے اور محمود کے نسخہ کا مقابلہ کرنے سے دونوں کے اختلافات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اگر عاجز کا اصلی نسخہ بھی دستیاب ہو جاتا تو اس کے اور محمود کے نسخہ سے مقابلہ کرنے پر قطع نظر آخری اشعار کے اختلاف کے جوہر منہ اند یا افس کی فہرست سے نقل کئے ہیں، دونوں کے اختلافات کا حال بھی روشن ہو سکتا تھا۔

پروفیسر بلوم ہارٹ نے اس قصے کے عنوان کو سہو آعاجز کے ایک دوسرے قصے ”قصہ فیروز شاہ“ سے مخلوط کر دیا ہے اس لئے وہ گارساں دتاسی کی تحقیق میں یہ سقم نکالتے ہیں کہ۔

گارساں دتاسی اس مصنف (عاجز) کا حال لکھتے ہوئے اس قصے (قصہ ملکہ مصر) کا عنوان ”قصہ فیروز شاہ“ بتلاتے ہیں لیکن قصے میں اس عنوان کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ نیز اس عنوان سے اس قصے کو مزین بھی اس وجہ سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس بادشاہ کا کچھ حال اس میں درج نہیں ہے۔ یہ فارسی کے اس قصے سے بالکل مختلف ہے جس کا ذکر اس نے اپنی فہرست کے صفحہ ۳۸۶ پر اس طرح کیا ہے۔

قصہ فیروز شاہ فرزند شاہ ہرستان جو ایک عجیب و غریب بھول حاصل کر کے اپنے پیار باپ کو تندہرست کرتا ہے

گارسان دتاسی کو غالباً عاجز کے قصہ ملکہ مصر کا پتہ نہیں ملا تھا اس لئے اس نے اپنی تصنیف میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور پروفیسر بلوم ہارٹ کو عاجز کے

دوسرے قصے (قصہ فیروز شاہ) کا حال نہیں معلوم ہوا۔ اسی وجہ سے ان کو یہ مغالطہ ہو گیا ہے۔ اس مغالطے کے قوی ہونے کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ قصہ ملکہ مصر میں ملکہ کے باپ کا نام اتفاق سے فیروز شاہ تھا۔

۵۷۔ قصہ ملکہ مصر قصہ لیجائے تلنی (۱۳/۱۴)

ادراق ۳، سطور ۱۲، تقطیع ۲/۸ × ۱/۴، ۶ تعلقیں شکستہ خط
کرم خوردہ نسخہ قادر خاں سن کتابت دوم ماہ جمادی الثانی
۱۲۶۸ ہجری مقام کتابت چھادی جالندہ پور

(۱) قصہ ملکہ مصر۔ کایہ در سرانسخہ ہے۔ جو عبداللطیف کا اپنے
افسانوں اور ترمیمات کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔
خاتمہ کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

میرا نام کہتے ہیں عبداللطیف
پڑھے پریو فاتحہ سو پڑنا حدیث
اتا یاد کر دل میں اپنا امام
درد و بیماریو حضرت پو ختم کلام
اس کے بعد کے اشعار غالباً اگلے کاتب کے اضافہ کیے ہوئے ہیں۔

ہوے یہاں سے سو سوال پوری نما
لکھا ہے سو رحمت اللہ کتر غلام
ابہی جو نیکیوں کے پاگردے

کردوں روز و شب ذکر تجھ دردتے
الہی گنہگار ہوں بے شمار
مجھ کے کلمہ سے امید دار
تمہی تمام شد بتلایں بے دست و ہم روز جمعہ ماہ جمادی الآخر
سہ ماہ ہجری۔ کاتب ت درخان

(۲) قصہ زلیخا کے ثانی۔ (درق ۱، ب سے شروع ہوتا ہے)
ناصیہ صفحہ پر سرخی سے لکھا ہوا ہے۔ ”قصہ زلیخا ثانی محمد امین وغیرہ“
ایک شاعر فتح نامی کی لکھی ہوئی فتویٰ ہے جو قصہ ملکہ مصری کی نوعیت کی ہے
مصنف آغاز قصہ سے پہلے یہ بیان کرتا ہے یہ قصہ پہلے ناریسی میں تھا
میں نے اس کو کھنی میں نقل کیا۔ میں شہر گوڈرا (۹) کا رہنے والا ہوں۔ ایک روز
شہر کی مسجد میں بیٹھا تھا اور تمام لوگ بھی موجود تھے کہ ایک مسافر ادھر سے
آیا اور سلام علیک کہا سب نے دریافت کیا کہ کہاں سے آ رہے ہو اور نام
کیا ہے وہ جواب دیتا ہے۔ ”شہر دور ہے نام محمد میا“ اس کے بعد ہی
وہ زلیخا کا قصہ ان لوگوں کو سناتے لگا۔

لگا بولنے کو وہ یوں کہ بات
زیجا کا قصہ انھوں نے سنا

اس کو سن کر میرے ایک نامور دوست محمد امین نے قسم دیکر کہا کہ
”زلیخا ثانی بنانا بنا“ تاکہ شہر گوڈرا میں فتح کی شہرت ہو اور شہر کا نام روشن۔
ہو کہ وہاں فتح کا سا خوش کلام رہا تھا۔

یہ شعر فتح مکان آتا ہے۔ اور فقہ ہدایہ، ”عقیقہ“ ”لنفر“ گلستان
”انشاء“ ”دیوان حافظ“ ”بوستان“ ”کوٹلو لکھنوی“ اور نبوی حدیثوں کو

”عجیب الیر“ اور تال قلوب“ سے جمع کر کے یہ عجیب قصہ مرتب کیا جس کی تکمیل ایک سال میں ہوئی۔

قصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ تھا غفور شاہ جس کے ایک حسین لڑکی روینخت تھی لڑکی کا یہ عہد تھا کہ جو شخص میرے سلوں کا جواب دیگا میں اس سے شادی کر دوں گی جو جواب دینے سے قاصر رہیگا اس کو مار کر لٹکا دوں گی۔ کئی سرفروش عاشق اس مہم میں اجل کے کھاٹے اتر گئے آخر شہزاد حسین جس کا نام یوسف ثانی ہے اس کے جوابات ادا کرنے آیا یہ سوالات بھی عقائد اور مسائل اسلامی سے متعلق ہیں کئی دن تک شہزادی اور یوسف ثانی کے درمیان سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یوسف ثانی تمام مسلوں کا ٹھیک ٹھیک جواب ادا کر کے شہزادی سے شادی کر لیتا ہے۔

آغاز

غریبوں روایت سنو کان دھر
ادل ناری تھا یو دکھنی دگر
اتھا گوڈرا ایک شہر کا جو نام
ہمیشہ فتح کا اتھا وہاں مقام

خاتمہ

اگر جھوٹ سمجھے تو کافر ہے جان
نہ اس کو حیا اور ہنسی ہے ایمان
مرتب ہوا ہے یو قصہ تمام
درود بر محمد علیہ السلام

ترقیمہ

دہم ماجہادی الثانی سنہ ۱۲۷۶ ہجری بدست کاتب قادر خاں
چھادنی جالندہ پور“

۵۸۔ ہفت سیر حاتم (۱۳۱۳ھ)

(ما تصویر)

اوراق ۴۶۰ سطور ۲۴۸ تقطیع ۱۶ × ۸ ۱/۲ شکستہ اینر سستعلیق خط
دلیسی کاغذ با تصویر۔ عنوانات سُرخ میں سن کتابت
۱۲۹۶ کتاب سومین لعل ابن گلاب رائے جد عجیب سنگھ

ملازم دفتر صدر محاسب (حیدر آباد دکن)

یہ منظوم قصہ مہمان کی تصنیف ہے۔ جن کا پورا نام تو معلوم نہ ہو سکا۔ انہی
تصنیف سے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑے پر گوشاعر تھے۔ ان کا زمانہ
وہ ہے جب کہ مغلوں کی سلطنت ہند پر زوال آچکا تھا۔ اور زبردست اورنگ زیب
کی اولاد تختِ دہلی۔ اور صرف دہلی پر چینی کی مورت کی طرح متکین تھی۔ اس وقت
عالی گہر خلف عالمگیر ثانی جو اورنگ زیب عالمگیر کا چوتھی پوتی میں پڑا ہوا ہے تخت پر تھا۔ دکن
میں نواب نظام الملک آصفیاء بہادر کے بیٹے نواب نظام علیخان بہادر
حکمرانی کر رہے تھے۔ ابھی تک آصفیاء ہی خاندان کے حکمران دہلی کے نائب
سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ مہمان کی ”ہفت سیر“ ہی کے ایک شعر سے اس کا
ثبوت ملتا ہے۔

”ہے دانائے وقت ایک اسکا وزیر
وزیروں میں ہے وہ وزیر کبیر“

آغاز

کرے کیا کوئی اس کا حمد سپاس
کہ ہے ذات وہ بیگماں بے قیاس
ہوا تھا جو اس کو تماشے کا شوق
سو یک آن میں ہو گیا تحت فوق

حمد کے چالیس شعر کے بعد نعت اور پھر حضرت امیر المومنین علی ابن
ابی طالب کی وح شروع ہوتی ہے اس وح کے اختتام پر ایک عنوان ہے
”در توصیف ذکر پادشاہان متقدمین“
اس میں چند اسلامی بادشاہوں کا ذکر ہے مصنف کے خیال کے مطابق
اولین بادشاہ سلیمان ہے۔

شہر یار اول سلیمان تھا

پری زاد پر جس کا فرمان تھا

آخری نام جہانگیر اور شاہجان کے ہیں۔

اس کے بعد حاشیہ ورق ۱۶۔ پر بادشاہ عالی گھر کی تعریف ہے جسکے
متعلق لکھا ہے کہ ”یہ ہے بادشاہ آخری دور کا“ اس کے کچھ شعر چھوٹ گئے
ہیں۔ جو کتب خانہ آصفیہ کے نسخوں میں موجود ہیں صرف دو شعر باقی ہیں۔ اسی
ورق کے متن میں ”وزیر الملک نظام الملک آصفیہ کی تعریف میں سولہ شعر
لکھے ہیں۔ جن کو عالی گھر کا وزیر بتلایا ہے۔ اور ان کے زمانے میں دکن کی خوشحالی
کا ذکر کرتے ہوئے بعض امرا کی بھی تعریف کی ہے جس میں ایک شمس الامرا
میں اور دوسرے امجد الملک ہیں۔

ان ابتدائی مرحلوں کے بعد اصل داستان شروع ہوتی ہے۔

آخر میں صنف کے قول سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس قصے کو کسی دوسرے مقام سے لیکر مثنوی کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ اسی شعر میں اس کی تصنیف کا سال بھی درج ہے۔ جو بذات خود بے معنی معلوم ہوتا ہے۔

یہ حاتم کے ایک سلاہ تاریخ تھے
میں ہندی اسی کے کیا مثنوی
لیکن کتب خانہ آصفیہ میں جو اس کے تین نسخے ہیں ان میں یہ شعر صاف
طور پر اس طرح لکھے ہوئے ہیں۔

یہ حاتم کے ایک نصر تاریخ تھی
میں ہندی میں اسکی کیا مثنوی
جو حاتم کیا راہ مولا میں سیر
ہے تاریخ بھی مقدم کار خیر۔
جو خسرو نے پیشوی خوش لمی
سو کھنے لگا ہے یہ باغ پری
مقدم کار خیر اور ”باغ پری“ گویا اس کی تاریخ ہے۔ ان سے
سلاہ نکلتا ہے۔ اس کے مائل شعر اس مخطوطے میں آخربنا جاتیں
غیر مقام پر اس طرح لکھا ہوا ہے۔

جو حاتم دیا راہ مولا میں سیر
ہے تاریخ مقدم کار خیر
مذکورہ بالا دوسرا شعر اس میں چھوڑ دیا گیا ہے۔
حاتم

لے مہان جو یہ پڑی مثنوی

نخواست دفع ہو اور دل ہو قوی
کتب خانہ آصفیہ کے نسخوں میں خاتمہ کا شعر یہ ہے جو اس مخطوطے
میں آخری شعر سے بالکل پہلے درج ہے۔

خدا بن نہیں ہے کسی کو قیاً
ہے سب سامعوں کو میرا بے ملا

ہر ”سیر“ کے بعد کاتب کی طرف سے ترقیہ کی عبارت ہے جس میں
کاتب نے اس خاص ”سیر“ کے اختتام کی تاریخ دن اور خود اپنے کچھ حالات
درج کئے ہیں۔ سیر اول چہارم ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ کو ختم ہوئی اور آخری سیر
دوازدہم ماہ شعبان المعظم ۱۲۹۵ھ روز جمعہ کو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اس کی کتابت او اس ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ سے شروع ہو کر وسط ماہ شعبان ۱۲۹۵ھ
میں دس ماہ کے عرصہ میں ختم ہوئی۔
آخری ترقیہ یہ ہے۔

”بتاریخ دوازدہم ماہ شعبان المعظم ۱۲۹۶ھ روز جمعہ
در عہد حضرت محبوب علی بادشاہ دکن مالک محروسہ سکوت
بوقت ہفت گنہ روز برآمدہ سیر ہفتم از ہفت سیر نام
کاتب سوہن محل منسب دار ابن کلاب رائے جد عجیب نگہ
در عہد حضرت غفران منزل ناصر الدلہ بہادر لازم سر فخاص
واز نیابت سر رشتہ داری جوانان لکھ سر رشتہ محل پر شاد
و سر رشتہ داری جوانان بار آورده احمد حسین کمندان
در عہد مذکور سر فرزند بود حال ملازمہ کار عالی متعین متعلقہ
دفتر صدر محاسب دولتمدار دیوان ملا المہام نواب

سالار جنگ مختار الملک بہادر دام اقبال پذیرفت،
اس کے عین نیچے سوہن لعل کے نام کی مہر لگی ہوئی ہے جس کا سن
صاف طور پر نہیں پڑھا جاتا۔

کتب خانہ آصفیہ میں جہان کی ہفت سیر حاتم کے تین خطوط ہیں
(فہرست کتب خانہ آصفیہ مطبوعہ ۱۲۶۴ھ جلد دوم صفحہ ۱۵۳ نمبر ۱۷۴) (تاتہر الاثر)
اور ص ۱۵۲ نمبر ۱۷۳ مکتوبہ ۱۲۶۴ھ و نمبر ۱۸۵ متویہ ۱۲۶۴ھ

ایک اور خط جس میں تاریخ کتابت کا پتہ نہیں ہے۔ یو لوی میرانی نے
کے پاس دیکھا گیا۔

ب۔ نثری قصے

۵۶۔ طوطی نامہ (۱۳ نمبر)

ادراک۔ ۵۔ مطبوعہ تقطیع ۸ × ۳ ۱/۲ نستعلیق شکستہ آری خط

جیسی کاغذ سنہ کا نام معلوم نہیں

سنسکرت زبان کا ایک نہایت ہرولغزیر کا زمانہ "سکاسب نئی"
ہے یہ مجموعہ قصص متر ایسی کہانیوں پر مشتمل ہے جو طوطی کی زبان سے
کہی گئی ہیں اس کی پہلی باون کہانیوں کا سب سے پہلا اثر شہور فارسی ترجمہ
مولانا ضیاء الدین غنشی کا ہے جو سنہ ۱۲۸۲ھ میں نہایت متعلق اور مرصع عبارت
میں کیا گیا تھا۔ اس کا نام غنشی نے "طوطا کہانی" رکھا۔ تہ عیسویں صدی
عیسوی میں شاید محمد قادری نے اس ترجمہ سے پینتیس کہانیوں کو تاسان فارسی

میں لکھا اور اس کا نام بھی ”طوطی نامہ“ رکھا یہ نسخہ ملا سید محمد قادری ہی کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ جو دکن کے کسی غیر معروف شخص کا ۱۲۲ھ میں کیا ہوا ہے یہ لمحفص ترجمہ ۱۸۰۱ء میں کلکتہ اور اسی سال لندن میں چھپا۔ اس کے بعد بمبئی میں کئی مرتبہ چھپ چکا ہے اور عام طور سے ملتا ہے۔ سید حیدر بخش حیدری نے اس کو اردو و نشر میں لکھا جو ۱۸۵۸ء میں لندن میں شائع ہوا ”طوطی نامہ“ کی ہر دفعہ زنی کی وجہ سے دنیا کی اکثر زبانوں میں اس کے ترجمے اور خلاصے مختلف اوقات میں ہوتے رہے ہیں۔

- (۱) پہلا مشہور ترجمہ ترکی زبان میں عبداللہ باری نے ۱۲۶۹ء و ۱۲۷۰ء کے درمیان کیا ترکی سے جاج را میں نے اس کو عربی زبان میں ترجمہ کیا جو ۱۸۵۸ء میں مقام سیکس طبع ہوا۔
- (۲) ۱۰۴۹ء میں ملا غواصی نے دکن میں اس کا منظوم ترجمہ کیا۔
- (۳) ابن نشاطی نے بھی ۱۰۷۴ء میں اس کا منظوم ترجمہ کیا۔
- (۴) سید محمد قادری کے لمحفص ترجمے سے زیر نظر ترجمہ ۱۱۳۲ھ میں ہوا۔
- (۵) ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش سے ۱۲۱۶ھ و ۱۸۰۱ء میں سید حیدر بخش حیدری نے ”طوطا کہانی“ کے نام سے ملا کے ترجمہ کو اردو میں منتقل کیا۔ جو ڈاکٹر فاربس کے اہتمام سے لندن میں شائع ہوا تھا۔ (۱۸۸۵ء) اس کے اب تائب متعدد اڈیشن نکل چکے ہیں۔

- (۶) انارسی تن کے ساتھ گلاڈویں نے ترجمہ کیا جو ۱۸۰۰ء میں کلکتہ سے شائع ہوا
- (۷) پروفیسر ای کن نے ۱۸۲۲ء میں اس کا ترجمہ کیا جو اسٹانگھٹ میں طبع ہوا

(۸) بخشی کے طوطی نامہ کا اختصار ابو الفضل بن مبارک نے بھی کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو فہرست ہندوستانی مخطوطات برٹش میوزیم نمبر ۷۷)

آغاز

”پیچھے سین طح طح صفت و ثنا بیدار کرنے زمین و آسمان
کے کیفیت و حقیقت ہوئے کہ داستان قصہ ہاد حکایات
حضرت بخشی رحمۃ اللہ علیہ کہ بیچہ ”طوطی نامہ“ کے ساتھ عبارت
سخت و دقیق کے لکھے۔ ایک تین مفصل بیان وازد اسطے
معلوم ہونے تمام لوگ کون محمد قادی بیک کرے
اللہ تعالیٰ مرتبہ اقون کا“

خاتمہ

تمام احوال شاد و کا اور عاشق ہونا خجستہ کا اوپر ایک جوان کے
اور مرنا شاد و کا دست سون خجستہ کے ادل سون آخر تک
میموں سون کہا میموں اسی وقت خجستہ کتیس مار ڈالا اور ہلاک کیا
ترتیب

”قصہ طوطی نامہ کا وقت میں مشتری ساعت کے اور روز
چہار شنبہ کے پندرہ صوفیہ تاریخ میں ماہ ربیع الاول ۱۲۲۵ھ
تمام ہوا امید صاحبان سے ادھے کہ سب سون تا ہونے
فرصت کے جلد منین اس قصے کو لکھا اگر اس میں خطا
ظاہر ہووے معاف رکھنا۔ اور سر موچیں ابرو نہو نا
زیادہ چہرہ نکار و تمستہ۔ تمام شد

باقی حصہ گٹ گیا ہے حد میں کسی بے پس سے مسئلہ بنا دیا ہے۔

مکتوبات

۶۰۔ دستور النشر (۱۰ نمبر ۱)

اوراق ۲۲ سطور ۳ تقطیع $\frac{3}{4} \times 8 \frac{1}{4}$ نستعلیق شکستہ امیر خط
عنوانات اور ہر نئے خط کا آغاز سرخی میں۔ ولایتی نیلا کاغذ
سلاح قادر خاں سب کتابت تیرہویں تاریخ ماہ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ

مقام کتابت چھاوونی جالپور

آرکائیٹ کے ایک باشندے محمد لطیف نے اپنے لڑکے کیواسطے کئی رقم
نوعنوانات کے تحت جمع کر کے ایک کتاب مرتب کی مٹی جس کا نام انھوں نے
”مفید الصیباں“ رکھا تھا۔ اس کا ترجمہ محمد خاں عرف بدوح (۹۱) میاں نے
اصل کے مطابق اپنے دکھنی محاورے پر کیا ہے۔ تاکہ اردو جاننے والے کم عمر لڑکے
اس سے استفادہ کر سکیں اس کا ذرا مصنف تہید میں خود کرتا ہے۔ ایک تہید
کے علاوہ کتاب نو قسموں (ابواب) پر مشتمل ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
اول قسم خوشی اور مبارکبادی کے (منطوط) کہتے ہیں۔
دوسری قسم غم اور ماتم کے نگاشت ہیں۔

تیسری قسم - میوے اور مٹھائی کی تحریر میں -
 چوتھی قسم - سب کاموں کی نوشت میں -
 پانچویں قسم - لفظوں کی غلطی اور صحتی کے جاننے میں -
 چھٹی قسم - اشوقی خط کے ترقیم میں -
 ساتویں قسم - بیچ ادب اور القاب اور لفاظوں کے -
 آٹھویں قسم - خط اور قمال اور متسک وغیرہ کے بیچ میں -
 نویں قسم - عربی فارسی ہندی انگریزی اروی ہندوں کے نام وغیرہ میں
 آغاز **الشم الرحمن الرحیم**
 ”حمد بے مد و تنائے بے عدد اس کو شایان ہے جس کی قدرت
 کے وصف میں بڑے بڑے دانادنی عقل حیران ہے“
 خاتمہ

”حرف وال کا موافق ڈیڑ نقطے کے ہے۔ باقی اسی موافق
 جاننے عقلندہ کو ایک اشارہ ہے۔ مختصر کرنا مناسب جانا“
 کتاب تیرہویں صدی ہجری میں خطوط اعراس و غیرہ لکھے گئے جو طریقے
 دکن میں رائج تھے ان کا اچھا خاکہ ہے۔ بعض ابواب یہ دیوچسپ اور مفید ملے
 ہیں۔ مثلاً پانچویں باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون کون سے ایسے عربی فارسی
 الفاظ تھے جو عام طور سے بولنے والے لوگوں کی زبانوں پر چڑھ کر ایک نئی صورت
 میں دھل گئے تھے۔ مصنف نے تبہی خطوط کے پیرایہ میں بچوں کی املا (الفاظ
 جو ہم مخرج حروف کے ایک دوسرے سے بدل جانے کی وجہ سے اصل عربی
 یا فارسی سے مختلف ہو گئے تھے) کی غلطیاں - ۱۰۔ ان الفاظ کی جو صورتیں
 کے اصول کے مطابق آب و ہوا کے اثر سے دکن میں اصل سے ایک متغیر شکل

اختیار کر چکے تھے۔ ایک فہرست دی ہے جن میں سے اکثر آج تک بھی یہاں عوام کی زبان پر جاری ہیں۔ مثلاً

مسید - (سمجد) جنجیر (زنجیر) خاخذ (کاغذ) ذخام (ذکام) دینج
(دیگ) خراف (صراف) افراطفری (افراط و تفریط) اوگدرا (اوگلا) وغیرہ
ساتویں باب میں ہر قسم کے رقعوں کے آداب اور القاب جمع
کئے گئے ہیں۔ جو اردو خطوط کے متعلین کے لئے ایک نعمت ہیں۔

ترتیب

”اور تمام کیا اس کتاب کو شکر سے پروردگار کے چھاندنی
جالندہ پور میں قادر خاں کاتب تیرھویں تاریخ ماہ ذقعدہ ۱۲۶۸ھ“



عملی فن

طِبُّ بِيْطَارِي وَغِيْرَه

۶۱۔ خنک نواز نامہ (۱۵)

اوراق ۳۲ ستور ۱۳ تقطیع $\frac{1}{4}$ ۱۱ $\times \frac{3}{4}$ ۶ شکستہ آمیز نستعلیق خط
کرم خور دادل ناقص سن کتابت بہت دیکم محرم ۱۲۰۲ ہجری
بروز یکشنبہ

یہ رسالہ گھوڑوں کے نسخوں ان کے اقسام ان کی حالت اور کیفیت
سواری کی ترکیب اور اس سے متعلق دوسرے ضروری امور پر مبنی ہے۔ رنگ
بمطابق گھوڑوں کی جو قسمیں کی گئی ہیں اس پر مختلف گھوڑوں کی آٹھ تصویریں
بھی رنگین دی گئی ہیں۔ آخر میں چند دوائیں ایسی بتائی گئی ہیں جن سے
مصنف کے خیال کے مطابق گھوڑوں کے رام اور مطیع کرنے میں مدد ملتی ہے
اس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا

رسالہ جو بیس فصلوں پر منقسم ہے پہلی فصل کا بڑا حصہ غائب ہے باقی کی
تفصیل حسب ذیل ہے۔
دوسرے فصل۔ آڑائی گھوڑے کو کرنے کے بیان ہیں۔

- تیسرا فصل - باگ پر بچانے کے بیان میں -
- چوتھا فصل - کڑا کرنے کے بیان میں -
- پانچواں فصل - گھوڑا سیدھا ہونے کے بیان میں -
- چھٹا فصل - گھوڑا پاچھی کرنے کے بیان میں -
- ساتواں فصل - پشت تک کرنے کے بیان میں -
- آٹھواں فصل - کاندھی مارنے کے بیان میں -
- نواں فصل - مونہے پھٹنے کے بیان میں -
- دسواں فصل - گھوڑی آڑی اور بدکاری کے بیان میں -
- گیارہواں فصل - گھوڑا گھبرا کر تھمنا ہوا جادے اسکے بیان میں -
- بارہواں فصل - گھوڑی لنگر اکیلے کے بیان میں -
- تیرہواں فصل - گھوڑے منہ زوری اور سینہ زوری کے بیان میں
- چودھواں فصل - پیچھے ہٹ جانے کے بیان میں -
- پندرہواں فصل - جو گھوڑا دھچکا کر پھرتا ہے اسکے بیان میں
- سولہواں فصل - گھوڑے کو قدم پر لگانے کے بیان میں -
- سترہواں فصل - گھوڑا سوار کو لیکر لوٹ جانے کے بیان میں -
- اٹھارواں فصل - بدل کر زمین کھودنے کے بیان میں
- انیسواں فصل - گھوڑا لیسک گھر میں گھس جانے کے یا سیدھا ہو کر دیوار کو پاؤں لگا دیوے اس کے بیان میں -
- بیسواں فصل - گھوڑا اگر تڑپتا ہوا جادے اس کے بیان میں -
- یکسیواں فصل - ریح ریاضت تعلیم گھوڑے کے - اور چوگان بازی کے بیان میں -

بایسواں فصل۔ گھوڑے کے اوکھاڑنے کے بیان میں۔
 تیسواں فصل۔ قزول وغیرہ کے بیان میں۔
 چوبیسواں فصل۔ گھوڑوں کے پہچانت اور خاتمہ کتابت کے
 بیان میں۔

آغاز

موصوف اور یہ نحیف شاگرد لعل شاہ جنت نشان
 کہ استاد زلمنے کے ایجتائے فن گھوڑے چڑھنے کے
 تھے۔ اور جناب بارے اونھوں کتیں ایسے عطا تھے کہ
 اگر کاٹ کے گھوڑے پر بھی سواری کرتے تو ایجا برگی
 اوڑھنے لگتے۔

خاتمہ

ہر ایک سخن اس کا دل پر یاد رکھے البتہ اس شخص کو
 استاد کی حاجت نہ ہوگی اور کسی بات میں عاجز نہ رہیگا
 موافق لکھنے کے عمل کریں (اس کے بعد عربی دعائیں
 شروع ہوتی ہیں)۔

ترقیہ کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ کسی اورم السین صاحب
 اور طالع وند خاں محمودزی کی کتاب سے منقول ہے۔

ترقیہ

”بھونہ تمّت الکتاب خنک نواز نامہ بست و حکم مجرم“
 (غالباً ۱۲۵۶ھ) برزہ بخشنیہ بوقت یکپاس، وزیر کتاب
 اورم السین صاحب و کتاب طالع وند خاں محمودزی

نقل نمودہ شد (ورق ۳۱ ب)۔
 آخری ورق (۳۲ ب) پر اردو اشعار لکھے ہوئے ہیں
 ورق ۳۲ پر چیدر آباد کن کے مشہور شاعر محمد صدیق قیسؒ کی دو غزلیں
 قیس کے نام سے اور ۳۲ ب پر دو غزلیں اور دو قطعے محمد صدیق کے نام سے درج ہیں۔

(۶۲)۔ فرس نامہ (۲۵)

اوراق ۲۳ سطور ۱۳۔ تقطیع ۸ x ۳ ۱/۲ شکستہ آمیز نستعلیق خط
 بے حد کرم خوردہ ہر فصل اور ہر نیا علاج سرخی میں لکھے ہوئے
 ہیں اول اور آخر ناقص

یہ رسالہ گھوڑوں کی بیماریوں اور ان کے علاجات پر مشتمل ہے۔ اصل
 نسخہ کی ابتدا میں تین اور آخر میں پانچ ورق سادہ ہیں شروع ورق پر نیلے
 پنسل سے ”فرس نامہ اردو“ لکھا ہوا ہے جو غالباً مخطوطہ کے کتب خانہ میں افعال
 کے وقت تحریر کیا گیا تھا۔ اس نام کا پتہ خود اصل متن سے کہیں نہیں ملتا اور
 مصنف کا نام سال تصنیف اور تحریر میں سے کسی امر کا پتہ نہیں چلتا۔ زبان
 کے اعتبار سے یہ رسالہ تیرھویں صدی کے ابتدا کی تصنیف معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ محمد مدین قیس شیرمخانا، ایمان فہر ۴، فہرست ہدا ۱ کے قریبی رستہ دار اور یا کمال شاعر
 تھے۔ صاحب دیوان ہیں دیوان کا نام ”یشکار“ رکھا ہے۔ ریختی کا ایک دیوان
 عبدالجبار خاں صوفی لکھنؤری کو ملتا تھا جو موسیٰ ندی کی طغیانی میں ضائع ہو گیا
 ملاحظہ ہو محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن جلد ۲ ص ۹۴۱
 دص ۹۴۲۔

آغاز

”صاحبون بھیتولہ تمام اشیاء باریک کو لکھ ہر روز آدھ سیر سفوف

اور“

خاتمہ

”ترکیب دیگر (سرخ می) اسلیم ہتھا کو دیکھ

نخہ کو کل مصطلکی رومی ہر ایک پندرہ اتولہ مہتے لکڑی

تیس تولہ -

ترتیب - ندارد

(۶۳) - آئینہ محاربت (۱۲۵)

ادراق ۶۸ سطورہ اقطیع ۸ x ۱۳ سہ مستطیل خط آئینہ

نساخ محمد علی خاں سن کتابت معلوم نہیں غالباً چودھویں

صدی ہجری کے آغاز میں لکھی گئی

اس رسلے کا مصنف عبدالغفور خاں خیر آبادی ہے دیباچہ

میں اپنے کچھ حالات بیان کرتا ہے جس سے حسب ذیل مواد حاصل ہوتا

ہے۔ شیخ نجیب الدین کے فرزند مولوی وارث علی تھے جو دہلی کے باشندہ

اور فن بانک لکڑی پٹر وغیرہ میں بڑے ماہر اور کامل تھے۔ ان سے

اس فن کے نکات سینہ پر سینہ اکبر علی خیر آبادی کو پہنچے۔ یہ اپنے زمانے

میں ہندوستان میں اس فن کے معلم الثبوت استاد ملنے جاتے تھے۔

مصنف اپنے آپ کو ان کا برادر نسبتی بتلاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ اکبر علی کو مجھ سے خاص انس تھا۔ جس کی وجہ سے انھوں نے اس فن کے تمام راز مجھ کو سمجھا دیے۔

مصنف لکھتا ہے کہ وہ مفلوک الحال اور معاش سے تنگ ہو کر حیدر آباد آتا ہے۔ یہاں ”اکثر امر نامی گرامی کے روبرو کثرت کا اتفاق ہوا۔ بعد ملاحظہ کثرت خوش و محفوظ ہو کر باخلاق کریمانہ پیش آئے۔ فی الحقیقت حسی ثنا و صفت یہاں کے امر کی مشہور بلاد و احصار ہے اس سے دو چند ہر امیر کو مصنف پایا۔ اللہ تعالیٰ جیسا مرتبہ ان والا جاہوں کو عطا فرمایا ہے۔ ویسا ہی ہر غریب دیار سے باخلاق محمدی پیش آتے ہیں۔“

غرض یہاں مصنف ^{۳۰}۱۲ میں نواب خورشید جاہ بہادر کا ملازم ہو جاتا ہے۔ یہ رسالہ اسی فیاض ہستی کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔ رسالہ سات فصلوں پر منقسم ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
فصل (۱) سوال و جواب (۲) سلاموں اور گھائیوں کے بیان میں (۳) انداز و توڑ بیچ و اصدنی طرف کے بیان میں (۴) انداز و توڑ بیچ میں طرف کے بیان میں (۵) انداز و توڑ بیچ سامنے کے بیان میں (۶) انداز و توڑ بیچ متفرقات اور کھڑی بیچ تلوار کی بیچوں کے بیان میں (۷) جسم کے باون انداز نشیت اصول چھوٹ بھی کی چوٹیں اور چند باتیں ضروری۔

آغاز

”ہزار شکر اُس خالق زمین و آسمان کا جس نے
اپنی قدرت کاملہ“

خاتمہ

”جواب جاہلاں باشد خموشی۔ اللہ جل شانہ اسکی مدد کرے گا“

ترمیم

نقطہ پیر لوط عاصی محمد علی خاں بتاریخ ۲۹ صفر المنظر نصف

رسالہ ہذا زرہ بیقادری عبدالغفور خان خیبر آبادی۔



ریاضی

۶۴۔ مقولات عضدیہ (۱۵۱)

ادراق ۶۴۔ بطور ۱۵ تقطیع $\frac{1}{11} \times \frac{1}{11} \times 9$ خوشنکھا
تعلیق۔ زردبیر ولایتی کاغذ خود مصنف ہی کی تحریر ہے۔
کتابت ۱۳۰۱ھ

یہ فن اقلیدس میں غایت رسول چڑیا کوٹی عباسی کی تصنیف ہے
کتاب دو اقسام (حصوں) پر منقسم ہے۔ پہلی قسم میں اقلیدس کی شکلوں
سے بحث کی ہے۔ دوسرے میں ارشمیدس و تاودوسیوس وغیرہ کی
شکلوں کا ذکر ہے۔

قسم اول میں تین مقولات ہیں مقولہ اول میں چھ مقلے اور ایک
تمتہ ہے اس مقلے میں سطحات کا بیان ہے۔ مقولہ دوم میں چار مقولے ہیں
جن میں ”فن ارشماطیقی“ پر بحث کی گئی ہے۔ مقولہ سوم کے پانچ مقالات
بیان مجسمات پر حاوی ہیں۔

کتاب کی تصنیف کا سن غالباً ۱۳۰۱ ہجری ہے جس میں یہ پیش کی گئی
تھی۔ یہ نسخہ مصنف نے خاص اپنے ہاتھ سے لکھ کر حضرت غفران مکان شہر پاکوٹ

نواب میر محبوب علی خان کی خدمت فیض درجبت میں پیش کیا تھا (ص ۱۲۶)
 جس کا ذکر ابتدا میں اس طرح کیا ہے ”ہدیہ بارگاہ امیر کبیر والا تبار عالیجاہ گرد و قفا
 شمس کلاہ سایہ کردگار انجسم سپاہ سحاب گہر بار ظل اللہ حاتم زمان رستم دوران
 منظر الممالک نظام الدولہ نظام الملک آصف جاہ میر محبوب علیخان بہادر فتح جنگ
 اللهم اید الاسلام والمسلمین بقار دولتہ واقبالہ وعزہ وجلالہ وبرہ ونوالہ الی یومئذ
 بقلم العبد الآسفی ظلوم وجہول عنایت رسول چڑیا کوٹے عباسی
 آغاز

”الحمد للہ الذی یخرج الیل فی النہار ویخرج النہار فی الیل
 خاتمہ

اللہم متع المسلمین بہ بقائہم و اہل العلم بنفاس الدنیہ -

قانون

۶۵۔ قانون مالگزاری (۱ ج ۲)

اوراق ۷۸، بطورہ تقطیع $\frac{1}{4} \times 12$ ، خوشخط نستعلیق نسخ کے نام اور
سنہ تحریر و نو کا اندراج نہیں غالباً ۱۸۷۷ء سے کچھ پہلے لکھی گئی
عہدہ داران مال اور مالگزاری اراضی پٹی کے مسودہ قانون کا ترجمہ ہے۔
لیکن اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ ترجمہ کس کے حکم سے اور کس نے کیا۔
حسب ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول۔ مراتب ابتدائی

باب دوم۔ تقررات و اختیارات بشاہرو یا ب عہدہ داران مال کے

باب سوم۔ عہدہ ہائے موردنی اور ملکیت ادن کے متعلق اور تقررات و حقوق اور خدمات
عہدہ داران موردنی کے۔

باب چہارم۔ ضمانت جو بعض عہدہ داران مال کو داخل کرنی ہوگی اور ذمہ داری اہل
افخاص اور ان کے ضامنوں کی۔

باب پنجم۔ بعض امور جن کے عہدہ داران مال کو امتناع ہے اور انکی سزا بطلت بد معاملگی۔
باب ششم۔ اراضی و مالگزاری اراضی۔

باب ہفتم۔ دخل اراضی غیر منقلہ کا اور حقوق ذخیل کاران۔

باب ہشتم۔ قابضان درجہ اعلیٰ و ادنیٰ آسامیوں کے حقوق۔

باب نہم۔ بیمانشی۔ بند و بست اور تقسیم جاداد۔

باب دہم۔ تصفیہ حدود و تعمیر کرنا اور قائم رکھنا نشانات حد بندی کا۔

باب یازدہم۔ اراضیات جو دیہات اور قصبوں اور شہروں کے زمینوں کے اندر داخل

ہوں ایسے زمینوں کا قائم کرنا۔

باب دواہم۔ وصول کرنا مالگزاری اراضی اور دیگر مطالبات متعلقہ مال کا ذمہ داری مالگزاری اراضی

باب سیزدہم۔ ضابطہ عہدہ داران مال۔

باب چارڈم۔ اپیل و نظر ثانی۔

اس کے بعد فوضیہ ہیں۔

آغاز

مسنودہ قانون کا بغرض اجتماع و ترمیم قوانین متعلقہ عہدہ داران

مال اور مالگزاری اراضی پر ریڈینسی کوئی کے

خاتمہ

بحکم جناب گورنر اجلاس کونسل

دستخط جان ہو جنٹ

اندر سکرٹری گورنمنٹ

مقام قلعہ بہائی

۹ رنومبر ۱۸۷۷ء

۶۶ - ہدایت نامہ (۳ ج ۲)

اوراق ۹، سطور ۱۳، اتاء ۱، تقطیع $\frac{1}{4} \times 12 \times 8$ - نستعلیق
شکستہ آمیز خط کاغذ ولایتی سفید نقشے وغیرہ آسمانی رنگ
کے کاغذ پر ہیں۔

لازمان بندوبست ملک جنوب مرہٹہ کے واسطے جو ہدایتیں
قوانین کی شکل میں مشرو بہن گھٹ سپرنٹنڈنٹ ریویونیو سروے مالک
جنوب مرہٹہ نے مرتب کی تھیں۔ یہ اس کا ترجمہ ہے جو مولوی سید محمد علی
ناظم بندوبست حیدر آباد دکن کے حکم سے مثنوی کاغذی ناتھ کھتری اکبر آبادی
مقیم سرساولہ آباد نے ۳ راکٹو برس ۱۸۷۵ء کو بہ مقام سرساولہ
کیا تھا۔

یہ ہدایت نامہ ایک فہرست مضامین اور متعدد ضمیمہ جات
کے علاوہ تیرہ فصلوں پر مشتمل ہوا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

فصل اول بابت کام کارروائی ملازمان بندوبست۔

فصل دوم بابت پیمائش اور آلات کے۔

فصل سوم نمبروں میں زمین تقسیم کرنے کے بابت

فصل چہارم بابت خط قاعدہ۔

فصل پنجم بابت راستہ و شرک۔

فصل ششم بابت جھنڈی و صاف خسرو کے۔

فصل ہفتم بابت نقشہ موضع۔

فصل ہشتم بابت تعمیر کرنے نشانات حد

فصل نہم بابت حدود موضع

فصل دہم آلات تھیوڈولایت اور پریٹک کنپاس۔

فصل یازدہم موسم بارش میں اس کے نقشہ و خسرو کے پرتال دیگر

کاغذات کے طیاری کے باب میں۔

فصل دوازدہم بابت قائم کرنے قسم زمین کے اور فرائض کلاس۔

فصل سیردہم کلاس کی کتابوں کی پرتال دیگر کاغذات کی تیاری

کے بابت۔

معلوم ہوتا ہے یہ ترجمہ مسودے کی حالت میں پیش کیا گیا تھا۔

کیونکہ متعدد لوگوں نے اس میں جا بجا ترتیمیں کی ہیں۔ اکثر مقامات پر

پنسل کی تحریر سے اگلی تحریروں کو منسوخ کیا گیا ہے۔ اضلاع اور مقامات

کے ناموں کی جگہ توپیں ڈال کر چھوڑ دی گئی ہے۔ غالباً اس انگریزی ترجمہ کو

اپنے مقام کے مناسب ضرورتوں پر ڈھالنے کا خیال ہوگا۔

شروع میں دو تمام کیفیت درج ہے جو پہلے پر گرافین بیان

کی گئی ہے۔ آخر میں مترجم نے انگریزی میں اپنا نام بیت اور تاریخ

تکمیل ترجمہ درج کی ہے۔

فصل اول

آغاز

ہلازان کلمہ پائش کے روئے کے لیے ہیں

(۱) ہلازان مجسمہ بندوبست میں صدر مقام میں ہیں تو انھیں اختیار

ہے جہاں چاہیں رہیں۔

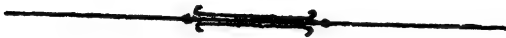
خاتمہ

ہو مستطوحی دل گیسٹ سو پڑڈنٹ محکمہ یانش جنوب لکھنؤ
ترقیمہ (بزبان انگریزی)

Translated from the original by Kashi Nath

Allahabad, Sirsa Allahabad

3rd October 1876



اخلاقیات

۶۷۔ سلک جواہر (اج ۱)

ادراق ۱۱۶ سطور ۱۳ تقطیع $12 \times \frac{3}{4}$ ۵ نستعلیق خط عنوان
سُرخِی میں کاغذ دیسی قدرے کرم خوردہ مکتوبہ ۲۶۵
نسل جیارام

یہ اخلاقیات کے موضوع پر محمد فخر الدین حسین کی تصنیف ہے۔
اس کا مواد مصنف نے حسبِ نیل ماخوذوں سے جمع کیا ہے۔

اخلاق نامری۔ تاریخ حکمائے فلاسفہ۔ روضۃ الصفا۔ حدیقۃ الاقاہیم
تفسیر غزیری۔ کلیلہ و منہ۔ اور دوسرے صحائف آسمانی مصنفات پر مشتمل۔

مصنف نے اس کو حسبِ نیل تین شعبوں (حصوں) پر تقسیم کیا ہے۔
”شعبہ اول۔ بیچ ذکرِ مکارم اخلاق کے۔ شعبہ دوم۔ بیچ بیانِ موعظ و
دنصاح اکابر و حکمائے سلف کی۔ شعبہ سوم۔ متضمن نوادر کلمات حکمت
اور فوائد کا۔“

آغاز

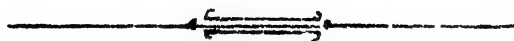
سلک ہوا ہر نین حمد و ثنائے ہمیشہ انس کیم و علیم تعالیٰ شانہ کی شائستہ زریب آرائی گردن شاہد بیان کی ہے۔

تاریخ

جواب: سرت نے فرمایا وہ لوگ اسحاب کہف تھی اور قصہ ان کا یہ اسی۔ ان کا کیا۔ علماء یہود نے سب جہاں پر لکھا تھا کہ وہ تھے۔ اسلام قبول کیا۔

یا خدایم رسیدہ فقط عم

مرا باشد دعا طمع دارم
ز آنکه من ببنده گناه گارم



ضمیمہ

ظفر نامہ محمد حنیف - (۲۲۷ - فہرست ہذا ص ۹۶)

قصہ کا اصل نام ”جنگ نامہ محمد حنیف“ ہے، جس کا ذکر ہم نے فہرست میں کیا ہے۔ اس کا مصنف سیوک ہے۔ کتب خانہ کلیہ کا مخطوطہ نامکمل ہے۔ عمر یافعی صاحب کے پاس جنگ نامے کا ایک مکمل مخطوطہ ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مصنف ”سیوک“ ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۰۹۰ ہے کتب خانہ کے نسخہ میں ابتدائی اوراق جو اصل نسخہ میں تہیدِ نعمت وغیرہ پر مشتمل ہیں غائب ہیں۔ انھیں میں مصنف کا نام بھی آتا ہے۔ آخر کے چند شعر بھی موجود نہیں ہیں۔ جس میں سال تصنیف کا ذکر کیا گیا ہے کتب خانہ کے مخطوطے کی ابتدا آغاز جنگ سے ہوتی ہے۔

اشارہ

۱۵۲، ۱۵۶، ۱۶۶، ۱۷۸ تا ۱۸۲ -	۱
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس - ۱۷۲	آنجیات - ۹۲، ۱۳۶، ۱۳۹
آکاہ، محمد باقر - ۱۷ تا ۲۱، ۵، ۱۰۶، ۱۰۷	۱۳۵، ۱۳۹، ۱۵۵ -
۲۱۰، ۱۱۲، ۱۱۶ -	آرزو، سر اج الدین علی خان - ۱۵۰
تصنیفات ۱۸ -	۶۱ -
حالات ۱۷، ۱۸ -	آرکاٹ - ۱۵۸، ۱۸۴
آہی، میر عبد الرحمن - ۱۵۱ -	آزاد - ۱۶۰ -
آئینہ محاربت " ۱۹۱ تا ۱۹۳ -	آزاد، محمد حسین - ۱۳۶، ۳۹، ۱۳۵
۱	۱۵۱ -
ابراہیم عادل شاہ - ۱۶۸،	آصف الدولہ، نواب - ۱۵۰، ۱۵۴ -
ابوالسحق، اطعمہ - ۱۱۷،	آصفی - ۱۵۷، ۱۶۰، ۱۶۱ -
ابوالقاسم طباطبائی، میر - ۱۳۵، ۱۳۶	آصفیہ، کتب خانہ - ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰ -
ابوالمعالی - ۱۴۰ -	۱۱۳، ۱۱۶، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰ -

اعظم الامرا، معین الدولہ، شیر الملک، امیر صاحب (غایت اللہ) - ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲

ارسلو جاس - ۱۳۰ تا ۱۳۲ - امین، عبدو - ۴۸، ۴۹ -

اعظم علی خاں - ۱۵۳ - امین، محمد - ۱۴۵

اعلیٰ شاہین الدین - ۳۶ تا ۳۸ - انڈیا آفس کتب خانہ - ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶

اکبر، جلال الدین محمد - ۱۳۵ - ۹۲، ۹۶، ۱۳۰

اکبر علی، سید، خیر آبادی - ۱۹۱ - ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۳۷

اکمل، جلال الدین، سید - ۸۱، ۸۳ - ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵

الاخبار الماثورہ فی الاطالیبا النور - ۱۹ - ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۳

التور - ۱۸ - انشا - ۱۴۵

العجا جتہ الزبیدی فی السالۃ الزینیۃ - ۱۹ - انشا، انشا، خاں میر - ۴۴ تا ۴۶

المعروف (رسالہ) - ۱۲۱ - حالات ۱۰۹ تا ۱۱۲، تصنیفات ۱۱۰، ۱۱۱

الہ آباد - ۸۷، ۸۸، ۱۹۹ - انور الدین خان، نواب - ۱۰۳ -

الہ آباد ریویو - ۱۴۹ - انوار اللہ مرزا - ۱۶۲ -

امان، حافظ - ۱۳۵ - انوار محمدی - ۲۱ تا ۲۲ -

امان، رائے - ۱۳۶ - اودھ، کتب خانہ شاہان - ۵۹، ۶۰

امانی - ۱۶۰ - ۱۴۳، ۶۲

امجد الملک - ۱۷۸ - اوزنگ آباد (دکن) - ۱۸، ۱۹، ۳۶، ۸۶

امداد الفتح - ۴۱ - ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۶۵ -

امیر الامرا - ۱۸ - اوزنگ زیب، محی الدین، محمد عالمگیر

امیر الدین احمد خان محمد - ۳۸، ۴۰ - ۴۸، ۸۵، ۸۹

امیر الدین شاہ، قادری - ۷۷، ۷۸ - ۱۶۰، ۱۷۷ -

ایجاد نقد علی خان - ۱۶۰، ۱۶۲ -

ایشیا ٹک سوسائٹی (بنگال) - ۱۴۷ -

ایچی بیگ - ۱۳۰ -

۱۸ - البور

ایمان، شیر محمد خان - ۱۲۵، ۱۲۹،

۱۳۱۶۱۳.

ایوب، محمد - ۱۶۰ -

ب

۱۶۰ - باب عاشقان -

باران برق (شوی) - ۱۳۲

بازار گھانسی - ۱۲۱ء

بلغارم - ۶۸ تا ۶۶ -

بلغ جانفزا - ۷۱ -

بالکنڈی - ۱۶۶ -

بائزید خاں - ۱۰۲ -

بحر الدین، قاضی دریا۔ ۸۵۔

بحر الابرار - ۸۰ -

بحر رائق - ۵۲ -

بحر فائق - ۵۲ -

جری محمد، محمد قاضی - ۹۰ تا ۹۱

بہارِ ج - ۱۰ -

بدیع میاں (مہم خاں) - ۱۰۸۱

برقش و زرم - ۱۳۶، ۱۳۳، ۱۵۲

1936 1937 1938

برجائے پور - ۵۶

-14- 15.

بريلو - ١٣٦ -
بروزع البلال في الخصال الموجبة للفضل

19

پرستش: ۱۵۰۔

پیران' محمد - ۴۸ -

پلوم ہارٹ پروفیسر۔ ۱۹۲۳ء، ۱۹۲۴ء

13.9520

קצת קצת קצת

144' 140' 138'

١٩٤٦-١٩٥١ م

بنگالینامہ ۸۶، ۸۷-۸۸

بنگش خاں، نواب۔ ۱۵۰۔

بوستان - ۱۴۰

بوستان خیال (مغوی)۔ ۱۳۷۔

بہار الدین، میر - ۱۶۳، ۱۶۴ -

ہزار ٹیکس چند - ۱۶۱ -

بکینٹھ لال - ۱۳۲ -

پ

پارس - ۱۴۰ -

پلیا گھاٹ - ۱۰۲ -

پینج گنج - ۶۹، ۶۸ -

پینچی باچھا - ۷۰ تا ۷۴ -

ت

تابان عبدالحی - ۱۵۷، ۱۶۰، ۱۶۳ -

تاج (رسالہ) - ۲۵، ۲۷ -

تاج پریس - ۲۵ -

تاریخ ادب ہندوستانی - ۱۳۹ -

تاریخ حکمائے فلاسفہ - ۲۰۱ -

تاریخ سلطنت بہمنیہ - ۹۹ - ۲

تاریخ گلزار اصفیہ - ۶۲ -

تایسی دی گارسان - ۱۴۰، ۱۴۹ -

تامل القلوب - ۱۷۶ -

تجلی (رسالہ) - ۸۹ -

تجلی شاہ - ۱۳۰، ۱۷۳ -

تجلی علی رضا ٹاٹا - ۶۳ -

بہارستان ناز - ۱۳۰ -

بہجت الاسرار - ۱۱۰ -

بہلول خان - ۵۳، ۶۰ -

بہمنی شاہ فیروز - ۱۰۱ -

بہمنی شاہ مجاہد - ۱۰۱ -

بہمنی شاہ محمد - ۱۰۱ -

بہمنی شاہ محمد ثانی - ۱۰۱ -

بہمنی شاہ محمود - ۱۰۱ -

بہمنی شاہ محمود ثانی - ۱۰۱ -

بہمنی شاہ نظام - ۱۰۱ -

بہمنی شاہ ہمایون - ۱۰۱ -

بہمنی شمس الدین - ۱۰۱ -

بہمنی علاء الدین - ۱۰۱ -

بہمنی غیاث الدین - ۱۰۱ -

بہمنی ولی شاہ احمد - ۱۰۱ -

بیتاب - ۱۶۰، ۱۶۱ -

بیجاپور - ۱۷، ۲۵، ۲۸، ۲۹ -

۸۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۶۷ -

بیدار میر محمدی - ۱۳۳ -

بیدل - ۱۵۹ تا ۱۶۲ -

بیراگی ہری ناراین - ۱۶۲ -

ج

- تحفۃ الاحباب - ۱۸ -
 تحفۃ الجواہر - ۲۵ -
 تحفۃ النساء - ۱۸ -
 تحفۃ النضاح - ۵۲ -
 تحفۃ عاشقان - ۷۱ -
 تذکرۃ النساء - ۱۳۰ -
 تذکرۃ جوہر فرد - ۱۲۱، ۱۲۲ -
 تراب - ۱۵۳ -
 تراب علی خان، مختار الملک، سالار جنگ، جاشی، ملک محمد - ۱۵۴، ۱۵۵ -
 نواب - ۱۸۰، ۱۸۱ - جبریل - ۶۳ -
 ترجمانی - ۶۲، ۶۵، ۱۰۳ - جذبات محمدی - ۷۴، ۷۵ -
 تفسیر جواہر - ۵۲ - جرات، شیخ قلندر بخش - ۱۳۳ تا ۱۳۵ -
 تفسیر حینی - ۵۲ - جعفر زلمی - ۱۵۷ -
 تفسیر غزیری - جلال - ۱۶۱ -
 تیمم الفاری، حضرت - ۱۶۷ تا ۱۶۹، جنگنامہ محمد حنیف - ۹۶، ۲۰۳ -

ج

- چشتی، خواجہ معین الدین، حضرت - ۶۹ -
 چشتی، محمد، ابو خواجہ - ۳۷ -
 چنٹاپٹن - ۱۰۳ -
 چندا، بالی، ملقا - ۱۳۰، ۱۳۱ -

ٹ

ٹیپو سلطان - ۱۵۷ -

ث

ثابت - ۱۶۲ -

- چندا، شاہ حسین - ۸۸ -
 چندا صاحب - ۱۰۲ -
 چندو لعل بہاراہ - ۱۵۴ -
 چمنستان شعرا - ۱۶۶، ۱۴۰ -
 حسین صاحب - ۹۰، ۸۴ -
 حسین، عابد شاہ - ۵۲ -
 حفیظ، سید محمد - ۸۷ -
 حمزہ، سید - ۱۶۵ -

حیدر آباد دکن ۸، ۵۳، ۵۶، ۵۵،
 ۸۹، ۱۱۲، ۱۲۱، ۱۲۹

۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۳، ۱۷۰

۱۹۰، ۱۹۲ -

حیدری، حیدر بخش سید - ۱۸۲ -

حیدری خاں (بہادر) - ۱-۳ -

حیدری، مطبع - ۷۳ -

خ

خاتم کتاب - ۸۰ -

خاقانی - ۱۶۱ -

خانخاناں، نواب - ۱۷۵ -

خمستہ (طولی نامہ) - ۱۸۴ -

خستہ م خاں - ۱۶۱ -

خزینۃ العلوم فی المتعلقات المنظوم

(تذکرہ شعراے دکن) ۱۳۹

خسرو، امیر حضرت - ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۳

ح

حاتم، شیخ ظہور الدین - ۱۵۰ -

حاتم طائی (قصہ) - ۱۶۹، ۱۷۹ -

حافظ، شمس الدین، خواجہ شیرازی - ۱۳۳، ۱۹۱، ۱۷۵

جبل الوریثہ - ۷۵، ۷۶ -

حجۃ الاسلام - ۵۵ -

حدیقہ (رسالہ) - ۶ -

حدیقہ الاقاہیم - ۷ -

حزین - ۱۶۲ -

حسرت، جعفر علی میرزا - ۱۳۶ -

حسن، امام، حضرت - ۹۸ -

حسن، علاء الدین گنگوہی - ۱۰۱ -

حسن، فیروز - ۱۶۰ -

حسین، امام، حضرت - ۹۱، ۹۲، ۹۵

۹۷، ۹۸ -

- درد خواجہ میر - ۱۳۳، ۱۶۰، ۱۶۱ -
 دریائے لطافت - ۱۴۹ -
 دستگیر غلام - ۱۸ -
 دستور النشر - ۱۰۳، ۱۸۴ -
 دہارور - ۷۱ -
 دہلی - ۱۰۱ -
 دو مجلس (دلی) - ۱۴۰ -
 دیورام راجہ - ۱۵۳ -

ذ

- ذکر جلی - ۶۸، ۶۹ -
 ذوالفقار خان، نواب - ۱۴۵ -
 ذہن، میر محمد، سید - ۱۶۰ -

✓

- راج، کشن (مطبع) - ۱۱۶ -
 راسین، جارج - ۱۸۲ -
 رانی پیٹھ - ۹۰ -
 راجی راؤ - ۱۵۴ -
 راہ نجات - ۳۹ -
 رحمت اللہ - ۱۷۴ -

- خسرو نامہ - ۷۱ -
 خسرو گل - ۷۱ -
 خطاط، میر علی - ۱۵۴ -
 خلاصۃ الفقہ - ۵۶ -
 خلاصۃ الکیلانی - ۴۵، ۴۶ -
 خلیل، سید - ۹۵ -
 خمسہ متجزہ - ۱۸ -
 خنگ نواز نامہ - ۱۸۷، ۱۹۰ -
 خواب، دل (شعری) - ۱۶۶ -
 خورشید جاہ، نواب - ۱۹۲ -
 خیالات، صال - ۷۶، ۷۸ -
 خیام، عمر - ۱۶۱، ۱۶۲ -
 خیر - ۵۴ -
 خیر المبین - ۱۸ -

۷

- دارا - ۸۲ -
 داود خان، نواب - ۱۰۲ -
 داود، ملا - ۸۸ -
 داظم، میر محمد - ۵۶ -
 داسی، گارساں - ۷۱ -

رسا - ۱۶۲ -

رسالہ خارجیہ - ۳۹ -

رسالہ دقائق - ۷۵ -

رسالہ ضلع جلگت (گلدستہ گفتار) - ۱۳۰ -

رسالہ قادریہ - ۸۴ تا ۷۸ -

رسالہ قاسمیہ - ۳۹ -

رسالہ ندیریہ - ۳۸ تا ۴۰ -

رضائی - ۱۶۱ -

رضوان شاہ - ۱۸ -

رموز السالکین - ۳۵، ۳۶ -

روپ سنگار - ۱۸ -

روح افزا - ۱۸ -

روشن بخت (تقریریں نثانی) - ۱۷۶ -

روضۃ الشہداء - ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۱۴۱ -

روضۃ الاسلام - ۱۸ -

روضۃ الاطہار - ۹۱ تا ۹۶ -

روضۃ الصفا - ۲۰۱ -

رجی، مولوی، جلال الدین - ۱۷۶ -

ریاض الجنان - ۱۸، ۱۵ تا ۱۰۸ -

ریاض العارفین - ۱۱۷ تا ۱۲۱ -

س

زرعیہ بیگم - ۱۶۲ -

زلالی - ۱۶۳ -

زلیخائے ثانی (قصہ) - ۷۴ تا ۱۷۷ -

زیب النساء بیگم - ۱۶۱، ۱۶۲ -

زیدی - ۱۵۹ -

س

ساجد، مولوی - ۱۵۱ -

ساقی، محمد قلی - ۱۶۰ -

ساگر کنیہ - ۱۱۳، ۱۱۶ -

سالک، غلام غوث - ۹۸، ۹۹ -

سالم - ۱۶۱ -

سجاد علی رضوی - ۱۲۱ -

سراج، محمد قاسم - ۹۹ -

سراج الایمان - ۴۰، ۴۱ -

سراج الدولہ، نواب - ۱۴۵ -

سراج، سراج الدین، سید - ۹۱ -

سراج، سید شاہ سراج الدین - ۳۷، ۱۳۸ -

۱۶۷ تا ۱۶۵

سردار نامہ شطرنج (ایمان) - ۱۳۰ -	سید باد جہازی (نقشہ الفلیلیہ) - ۱۶۹ -
سرما - ۱۹۹، ۱۹۷ -	سودا میرزا رفیع - ۱۳، ۱۷، ۲۷، ۳۳، ۳۴ -
سرست، صوفی - ۸۸ -	۱۲۹ تا ۱۵۲، ۱۶۰ تا
سری رنگ پٹن - ۱۱۶، ۱۱۲ -	۱۶۳، ۱۶۷ -
سری گاؤں - ۵۳ -	سورت - ۹۰، ۱۱۷، ۱۳۰ -
سعد، امام - ۹۳ -	سورجبل رائے - ۱۳۲ -
سعادت، علی خان، نواب - ۱۳۵ -	سوزان - ۱۶۲ -
سعادت اللہ خاں - ۱۰۲ -	سومناٹ - ۱۰۰ -
سعدی - ۱۸ -	سوہن لعل - ۱۷۷، ۱۸۰ -
سکاسب تپنی - ۱۸۱ -	سید محمد حضرت خواجہ بندہ نواز - ۲، ۳، ۴، ۵ -
سکر - ۸۷، ۸۸ -	۸۰، ۴۳
سکندر - ۸۲ -	سید محمد قادری - ۱۸۱، ۱۸۲ -
سکندر عادل شاہ - ۸۷، ۸۵، ۲۷ -	سیاب، صدیقی الوارثی - ۱۲۸ -
سلک ابجو اہر - ۱۹۹ -	سیرتی - ۱۶۳ -
سلیر - اس - ۱۲۶ -	سیوا - ۹۲ -
سلیمان، بجاہ - ۱۳۲ -	
سلیمان، شکوہ، مرزا (خلفہ شاہ عالم) - ۱۳۶، ۱۳۵ -	شادان، مہاراجہ چندیل، پٹنا - ۱۳۱، ۱۵۳ -
	۱۳۷، ۱۳۸ -
سلیم محمد قلی - ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲ -	شام (نگ) - ۹۵ -
سنجر، میر - ۱۶۰ -	شاہ جہان - ۱۵۸ -

شیدائے نوازش علی - ۱۰۴، ۹۲، ۹۱، ۱۰۴

۱۵۴، ۱۰۶، ۱۵۵

۱۵۴ تا ۱۶۲ -

شیدائے طبع آبادی - ۱۶۲ -

شیدائے - ۱۶۰، ۱۶۱ -

ص

صاحب - ۱۶۲ -

صادق میر محمد قادری - ۱۱۰ -

صلاح - ۱۶۱ -

صائب - ۱۵۴، ۱۶۰ تا ۱۶۳ -

صنعتی - ۱۶۴ تا ۱۶۹ -

صوفی - ۱۶۳ -

صوفی ملکاپوری عبد الباقی خاں - ۹۸ -

۱۹۰

ط

طالب آملی - ۱۵۴، ۱۶۱، ۱۶۲ -

طالع وند خاں محمد دوزی - ۱۸۹ -

طوبی سادجی - ۱۵۴ -

طغرائے ملا - ۱۵۹ -

شاہجہان آباد - ۱۳۴، ۱۳۳ -

شاہ عالم - ۱۵۰، ۱۴۷ -

شاہ عالم ثانی - ۱۵۱ -

شاہ عنایت - ۶۳ -

شاہ مرزا خاں - ۱۶۳ -

شاہ سید محمد - ۷۹ -

شجاع الدولہ نواب - ۱۵۰ -

شجاع الدین حافظ مولوی قادری - ۵۵ -

شرح وقایہ - ۵۲ -

شعلہ عشق - ۱۵۱ -

شکار پور - ۱۰۳ -

شمائل محمدی - ۱۰۸، ۱۰۹ -

شمس الامراء فخر الدین خان - ۱۴۸ -

شمس العشاق میران جی شاہ - ۱۴۶، ۱۴۷ -

۶۸ -

شمس المثنیٰ قادری سید - ۱۸۲، ۱۸۱ -

شمس پیر خاں - ۱۰۴ -

شہامت جنگ نواب - ۸۵ -

شیخ سلیمان - ۱۰۹ -

شیخ محمد - ۸۰ -

- طوسی - ۱۶۳
طوطا کھانی - ۱۸۱ تا ۱۸۳ -
طوطی نامہ - ۱۰۱ تا ۱۸۳ -
- عبدالحق مولوی - ۱۶۹ -
عبدالحی - ۱۵۶ -
عبد الرحمن - ۱۱۲ تا ۱۱۶ -
عبد الرحیم - ۱۱۲ تا ۱۱۶ -
عبد العظیم (قصہ ملکہ مصر) - ۱۴۱ -
عبد الغفور خان خیر آبادی - ۱۴۱ -
عبد العزیز - محمد قشبی - ۱۴۴ -
عبد القادر جیلانی حضرت - ۱۰۹ تا ۱۱۱ -
عبد القدوس - ۷۱ -
عبد اللطیف (قصہ ملکہ مصر) - ۱۴۳ تا ۱۴۴ -
عبد اللہ شیخ - ۱۰۲ تا ۱۰۴ -
عبد اللہ بن سلام - ۵۴ -
عبرت الغافلین - ۱۵۱ -
غمان - ۱۰۸ -
غمان علی خاں بہادر نواب میر
سر نظام الملک
عجب سنگھ - ۱۴۴ تا ۱۸۰ -
عجم قلی میرزا - ۱۶۰ -
علاء الحق - ۱۴۵ -
عرش سید محمد علی - ۱۸۱ -
عروس عرفان - ۸۵ -
- ظ
- ظفر ناز محمد حنیف - ۹۶ تا ۹۷ -
ظہیر الدین احمد خاں - ۱۶۳ -
- ع
- عابد علی میر - ۷۶ تا ۷۸ -
عاجز عارف الدین خان - ۱۶۲ -
عاجز محمد علی - ۱۴ تا ۱۴۳ -
عازم سید علی - ۹۹ -
عاشق - ۱۳۸ -
عاشق محمد - ۹۶ -
عاقل خاں محمد - ۱۲۹ -
عالم عبد اللہ (قصہ ملکہ مصر) - ۱۴۱ -
عالی انجم - ۱۴۴ تا ۱۴۸ -
عالی نعمت خاں - ۱۵۴ تا ۱۶۳ -
عباس حضرت - ۹۵ -
عبد الاحد شیخ - ۱۳۴ -

غایت اللہ سید (عرف امیر صاحب)

- ۱۶۳، ۱۶۴

غایت جنگ، بہادر نواب - ۱۶۹

غایت رسول چڑیا کوٹی - ۱۹۴

غ

غبار - ۱۵۷

غلام احمد - ۹۰، ۸۴

غلام حیدر مولوی - ۱۵۱

غلام علی - ۱۰۴، ۱۰۵

غلام محمد حسین - ۹۰، ۸۴

غنی کشمیری - ۱۶۰، ۱۶۱

غوامی، ٹا - ۱۸۲

غوث خان محمد نواب - ۱۸۰

غوث محمد (شرف الملک) - ۱۸

غوث نامہ - ۱۰۹

ف

فاربس ڈاکٹر - ۱۸۲

فاطمہ الزہراء حضرت - ۹۸، ۹۴

فتاویٰ - ۵۲

غزیر الدین محمد منشی - ۱۴۳

عزیزہ مطبع - ۱۱۶

غزلت - ۱۶۰، ۱۶۲

عسکری صاحب - ۱۵۷

عشقی - ۱۶۰

عطار فرید الدین، شیخ - ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱

عظیم الدین سید - ۱۶۲

عفیف بن نور کاشانی - ۱۰۲

عفیفہ - ۱۷۵

عقائد باقر آگا - ۱۹

عقائد صوفیہ - ۷۵

علا الدین - ۶۶

علی اصغر - ۹۵

علی اکبر - ۹۵

علی (شاعر) - ۱۵۷، ۱۶۱

علی عادل شاہ - ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶

علی کرامت جونیوری - ۲۱

علی کرم اللہ وجہہ - ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶

عماد میر - ۱۶۲

- قماوی ملتفت - ۵۲ -
 قنوج - ۱۵۵ - ۱۶۶ -
 فتح اللہ شاہ - ۷۵ -
 فخر الدین - ۱۵۰ -
 فخر الدین حسین محمد -

ق

- فخر الدین خاں نواب بہادر خاں - ۵۶ -
 فرائد در فوائد - ۲۱ تا ۱۷ -
 فرخ آباد - ۱۵۰ -
 فرخ نثار خاں - ۱۳۱ -
 فرس نامہ - ۱۹۰ -
 فرہاد - ۱۳۵ -
 فرہنگ من لکن - ۸۵ -
 فنائی - ۱۶۰ -
 فنائی - ۱۶۲ -
 فقہور شاہ - ۱۷۶ -
 فقہ - ۱۶۲ -
 فقیر اللہ - ۱۶۳ -
 فقہ البیین - ۲۱ تا ۲۳ -
 فقہ محفوظ خانی - ۵۳ تا ۲۵ -
 فقہ ہندی - ۲۸ تا ۵۱ -
 فورٹ ولیم - ۱۵۱ -
- فیاض حسن صاحب - ۱۵۷ -
 فیروز شاہ بادشاہ - ۱۷۰ تا ۱۷۳ -
 فیروز شاہ (فقہ) - ۱۷۰ تا ۱۷۳ -
 فیض - ۱۵۷ تا ۱۶۲ -
- قادر خاں - ۱۱۷ تا ۱۲۱ - ۱۷۳ تا ۱۷۵ - ۱۸۶ تا ۱۸۹ -
 قاسم حضرت امام - ۹۵ -
 قاسم خان - ۱۶۲ -
 قاسم علی حسینی (بندہ نواز کیو دراز) - ۱۳۱ -
 قاسم قدرت اللہ خاں کلیم - ۱۳۹ -
 قاضی دریا (بحر الدین) - ۱۸۵ -
 قاضی خاں - ۵۲ -
 قانون مالگزاری - ۱۹۵ -
 قائم - ۱۳۳ تا ۱۶۰ -
 قبض - ۱۵۹ -
 قتیل، مرزا محمد - ۱۶۶ -
 قدر عالم بن بدر عالم - ۲۳ -
 قدسی - ۱۶۱ -
 قربی ابوالحسن سید - ۱۱۴ تا ۱۱۸ -

- قطب الدولہ - ۱۵۷ -
 قمر الدین خاں نظام الملک، اصفہاء، کشف الانوار - ۳۰ -
 بہادر - ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۷۹ -
 قلی قطب شاہ، محمد - ۱۶۸ -
 قمر الدین مولانا - ۶۲ -
 قسند ہار - ۱۰۳ -
 قیس، محمد صدیق - ۱۹۰ -
- ک
- کابل - ۱۲۹ -
 کاغذی نامہ، منشی - ۱۹۹، ۱۹۷ -
 کانپور - ۱۵۱ -
 کتاب الاخبار - ۵۲ -
 کتاب العباد - ۵۲ -
 کٹلاک آف دی ہندوستانی میانس
 کرپٹس - (انڈیا آفس لائبریری) - ۷۱ -
 کر بلا - ۹۲ -
 کرشن - ۱۵۲ -
 کرانی، محمود، شیخ - ۱۳۰ -
 کرناٹک - ۱۸، ۱۰۲ -
 کریم اللہ خاں، سید - ۵۶ -
- کرمی پریس - ۱۵۱، ۱۳۹ -
 کشف الحقائق - ۵۲ -
 کشف الخلاصہ - ۵۷ تا ۵۸ -
 کفایت الاسلام - ۵۲ -
 کفایت العباد - ۵۲ -
 کلکتہ - ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۸۲ -
 کلیات ایمان - ۱۲۹ -
 کلیلہ و دمنہ - ۲۰۱ -
 کلیم - ۱۵۹، ۱۶۲ -
 کمال الدین، شاہ - ۱۳۸ -
 کمال خجندہ - ۱۶۲ تا ۱۶۰ -
 کنہ - ۱۷۵ -
 کنز الدقائق - ۲۱ -
 کنز المسائل - ۵۹ -
 کنز المؤمنین - ۵۱ تا ۵۳ -
 کورٹ، ہنری، میجر - ۱۵۱ -
 کوفہ - ۶۵ -
 کھم - ۵۲، ۵۳ -
 کیشورائے - ۱۵۲، ۱۵۵ -

گ

گہٹ - وین مسٹر - ۱۹۷

گہٹ - جی ول - ۱۹۹

ل

لاہور - ۱۳۹

لسان العصر - ۱۶۵

لطائف اشرف - ۸۰

لطائف السعادت - ۱۳۵

لطائف شاہی - ۵۲

لطف مرزا علی - ۱۳۴

لطیف محمد - ۱۸۱

لعل پرشاد - ۱۸۰

لعل شاہ خاں - ۱۰۹

لعل شاہ - ۱۸۹

لکھنؤ - ۱۴۱، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۵۰

- ۱۵۱

لسدن - ۱۸۲

لیپسک - ۱۸۲

ماری عبد اللہ - ۱۸۲

مالا بدھ - ۳۹

ماہ مرزا - ۱۶۲

مبارک - ۱۸۳

گجرات - ۱۳۹

گردہاری نعل راجہ - ۱۵۳

گلاب رائے - ۱۸۰، ۱۷۷

گلاڈون - ۸۲

گلبرگ - ۹۲

گل نکاولی - ۱۷۰

گلستہ گفتار (ارباب خلیج جگت) - ۱۳۰، ۱۲۵

گلستہ گلشن معانی - ۱۶۳ تا ۱۵۶

گل رعنا (جلدی) - ۱۵۶

گلزار آصفیہ - ۱۲۹ تا ۱۳۱

گلزار اعظم - ۱۸

گلزار عشق - ۱۸

گلستان - ۱۷۵

گلشن انوار سعد اللہ - ۱۲۰

گلشن ہند - ۱۳۴

گل ویر مرز - ۷۱

گوڈرا - ۱۷۶، ۱۷۵

گوگی - ۸۵، ۸۸ تا ۹۰

گہر باقر صاحب - ۱۶۲

مبارک حسین سید - ۶۵۰۶۴	محمد حیا - ۱۷۵
مجید الدین احمد خاں - ۳۸	محمد خاں عرب الملک - ۳۲
محبت بہاء الدین سید - ۹۹	محمد خاں اعرف بدیع میاں - ۱۰۲، ۱۰۳
محبت خاں ابن حاکم رحمت خاں - ۱۳۶	محمد شفیع مرزا - ۱۴۹
محبوب الزمن (تذکرہ شعراء دکن)	محمد شاہ بن بہمن شاہ - ۱۶۸
۱۲۹، ۱۶۵، ۱۹۰	محمد شاہ ثالث - ۱۶۸
محبوب المقلوب - ۱۱، ۱۷، ۱۸	محمد شاہ ثانی - ۱۶۸
محبوب الکلام - ۱۲۱	محمد علی خاں - ۱۹۱
محبوب المعانی - ۱۱۰	محمد قادری - ۱۸۳، ۱۸۶
محبوب فی المنین (تذکرہ اولیاء دکن)	محمد قطب شاہ - ۱۶۸
۵۶، ۶۲، ۶۸، ۸۸	محمد مرتضیٰ - ۹۰
محبوب علی خاں (غفران مکان) نوآوری	محمد ملنک - ۴۱
۱۸۰، ۱۹۴، ۱۹۵	محمود دکنی - ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳
مختصر نامہ - ۵۰، ۴۹	محمود سلطان، غزنوی - ۱۰۰
محمود - ۱۵۹	مصطفیٰ شیخ غلام ہمدانی - ۱۴۵، ۱۵۰
محمود خاں بن کریم خاں - ۴۵، ۴۳	محمی الدین - ۶۳
محمود خاں - نواب - ۱۶۲	محیط کلخ - ۵۲
محمد بن حنفہ - ۹۷، ۹۷	منفی - ۱۳۴
محمد بن نور المنفی - ۷۵	مدراس - ۱۱۸، ۱۱۷
محمد جیون - ۴۹	مدراس - ۱۷۱، ۱۸۱، ۲۱
محمد پناہ - ۶۳	مدراس پرگنہ - ۱۵۴

- مدینہ - ۱۱۴ - مفتاح الصلوات - ۵۲ -
 مراۃ الوجود - ۷۵ - مفتاح البحث - ۳۹ -
 مراد آباد - ۴۰ - مفید الصیاب - ۱۰۳ -
 مرتضیٰ خاں - ۶۵ - مفید عام (پریس) - ۱۸ -
 مرتضیٰ غلام - ۱۴۲، ۱۴۰ - مفولات عضدیہ - ۱۹۴ -
 مردان علی خاں نظام محمد - ۱۴۱ - مکتبہ مجملہ - ۱۴۰ -
 مرشد آباد - ۱۴۶، ۱۴۵ - ملقط البدر فی الفوائد الغرر - ۱۹ -
 مرغنامہ (فتویٰ) - ۱۴۸ - ملفوظ - ۸۰ -
 مسامرۃ المسبوع فی ضوع المسموع - ۱۹ - ملک شاہ - ۲۲ تا ۲۵ -
 ملتان عسلی - ۶۷، ۶۷ - ملکہ مصر قصہ - ۱۴۵ تا ۱۴۰ -
 مسلم ابن عقیل - ۹۵ - ملیح آباد - ۱۲۱ تا ۱۲۲ -
 مشکات - ۵۲ - ممتاز - ۱۶۰ -
 مصدراۃ انشاء اللہ خاں حکیم میر - ۱۴۵ - ممتاز عاشق علی خاں - ۱۶۲ -
 مطلع انوار - ۱۰۲، ۱۰۳ - مناقب شجاعیہ - ۵۶ -
 مطلع البدرین فہمین یوقی باجر قمرین - ۱۹ - منت قمر الدین - ۱۵۰ -
 منظر - ۱۶۲، ۱۶۰ - منطق الطیر - ۷۳ -
 منظر علی میر - ۵۶ - منظور محمد - ۱۴۱ -
 معراج العاشقین - ۳۰، ۳۱ - منجم - ۱۶۰ -
 معراج نامہ - ۶۰، ۶۲ - من لکن - ۷۹، ۸۲، ۸۴، ۸۴ تا ۹ -
 معقول - ۱۶۳ - منہاج الانوار - ۵۲ -
 مغفرت آب قمر الدین خاں نواب - ۶۲ - امیر الملک نواب - ۱۳۲ -

- موتی محل (کتب خانہ شاہان اودھ) ۱۳۸ - مانع، ملا - ۱۵۷ -
 موزون - ۱۶۱ - نجیب الدین شیخ - ۱۹۱ -
 موسیٰ خاں - ۱۶۱ - نجیبی ضیاء الدین - ۱۸۱، ۱۸۳ -
 موسیٰ - ۱۹۰، ۱۲۱ - نداء - ۷۴ -
 موسیٰ شیخ (ابن شیخ داود) - ۷۵ - ندی، محمد صلح - ۱۶۰ -
 مومن حکیم سید مومن خاں - ۱۵۱ - نرینجن داس - ۸۹ -
 مہدی علی خاں سید - ۱۹۷ - نسل، عبد الغفور - ۱۳۶ -
 مہمان - ۱۷۷ تا ۱۱۹ - نسائی - ۱۶۰ -
 میر تقی، مرثیہ گو - ۱۵۲ - نشاطی، ابن - ۱۸۲ -
 میر تقی میر - ۱۷۷، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶ - نصر اللہ - ۱۵۲ -
 ۱۵۱، ۱۶۰، ۱۶۵، ۱۶۶ - نصرت آباد - ۸۵، ۹۰ -
 میرٹھ - ۱۳۰ - نصیر الدین - ۱۱۲، ۱۱۶ -
 میر علی، فیاض - ۱۵۷ - نصیر الدین، شیخ - ۸۰ -
 میواڑ - ۱۴۱ - نظام علی خاں بہادر، نواب - ۱۳۱، ۱۷۷ -
 نظامی، گنجوی - ۱۵۹ -
 نفحات الشہداء (نفحات الشہداء) ۹۷ تا ۹۹ -
 نادر درگا پرشاد - ۱۱۷، ۱۳۰، ۱۳۹ - نفس الرحمانی - ۷۵ -
 نادر شاہ - ۱۳۶ - نکات الشعراء - ۱۲۰، ۱۶۵ -
 ناسخ - ۱۳۶ - نور الایضاح - ۴۱ -
 ناصر جنگ، نواب - ۱۵۷، ۱۶۲ - نور الدین، علی، قسطنطینی - ۱۱۰ -
 ناصر علی - ۱۶۰ - نور المعرفت - ۱۲۰ -

ن

- نورجہاں - ۱۵۸ -
نور نامہ - ۶۳، ۳۲ -
نوشیروان عادل - ۱۳۱ -
نوکلشور، مطبع - ۱۵۱، ۱۴۱ -
نوکلشور، فنی - ۱۴۱ -
ولی، اوزنگ آبادی - ۱۳۹، ۵۱ -
حالات - ۱۳۹ تا ۱۳۸ -
کلیات - ۱۳۹ تا ۱۴۳ -
تصفیات - ۱۴۰ -
ولی اللہ - ۹۲ -
ولی اللہ، مولوی - ۱۸ -
ولی محمد (میر فیاض) - ۹۲، ۱۰۶، ۱۱۱، ۱۱۲ -

و

- واجد علی شاہ - ۱۴۳ -
دارت علی - ۱۹۱ -
دارت محمد - ۸۴ -
واضح، بھوانی داس - ۱۵۶ - ۱۵۳ -
والاجا، محمد علی خان، نواب - ۱۸، ۱۰۳ -
وجدی، وجہ الدین شیخ - ۷۱ -
وحشی، نلا - ۱۶۲ -
وحید - ۱۶۲ -
وداد، سلیمان قلی خان - ۱۵۰ -
وزیر علی - ۷۵ -
وزیر علی خان - ۱۵۳ -
وصف، ہاشم بیگ، مرزا - ۱۲۹، ۱۳۲ -
وفات نامہ حضرت خاتون جنت - ۵۸ -
وفات نامہ حضرت رسالت پناہ - ۵۴ -
یزید (بن مساویہ) - ۹۵، ۹۸ -
ہدایت الہندی - ۶۴، ۶۵ -
ہدایت بیگ - ۱۳۲ -
ہدایت نامہ - ۱۹۷ -
ہدایا - ۵۲، ۱۷۵ -
ہزار مسئلہ - ۵۲، ۵۴ -
ہزبر، ہزبر علی، مرزا محمد بہادر - ۱۴۳ -
ہشت بہشت - ۱۸، ۱۰۶، ۱۰۷ -
۱۱۲، ۱۱۶ -
ہلالی - ۱۰۷ -
ہفت، میر حاتم - ۱۷۷، ۱۸۱ -
ہمت - ۱۶۰، ۱۶۱ -
ہمتا - ۱۶۰ -
ی

- یعقوب - ۱۱۸، ۱۱۷ - یوسف حسین محمد - ۳۱، ۱۷ -
یقین (مصنف فقہ البین) - ۲۱ - یوسف محمد - ۷۴ -



